نگہت عبداللہ
بس ایک میں اور تم

نگہت عبداللہ

بس ایک میں اور تم

ناولٹ

"دیکھو رابی یہ نحوست پھیلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ چلو جلدی سے تیار ہو جاؤ۔" سدرہ نے اسے تکیہ اٹھاتے دیکھ کر فوراً" ٹوکتے ہوئے کہا۔ پھر اس کے ہاتھ سے تکیہ بھی جھپٹ لیا تو وہ عاجزی سے بولی۔

"ذرا دوپہر تو ڈھلنے دو۔"

"دوپہر ڈھل گئی تو شام ہو جائے گی اور شام میں نکلیں گے تو واپسی کب ہوگی۔" سدرہ نے جس قدر تیز ہو کر کہا۔ وہ اس قدر آرام سے بولی تھی۔

"رات میں....."

"رات میں اجازت ہے اتنی دیر تک گھر سے باہر رہنے کی۔ مغرب سے پہلے واپسی نہ ہوئی تو ہمیشہ کے لیے کہیں آنے جانے پر پابندی لگ جائے گی تمہاری ناں۔ چلو جلدی کرو میں مریم وغیرہ کو دیکھتی ہوں تیار ہوئیں کہ نہیں۔"

سدرہ اس پر جھنجلا کر تیزی سے کمرے سے گئی۔ اس نے بے چارگی سے اپنے حلیہ پر نظر ڈالی پھر لمبی جماہی لے کر بیڈ پر اوندھی ڈھے گئی اور اگر پل بھر غافل بھی ہوئی تھی تو اس میں اس کا کیا قصور تھا۔ ہمیشہ سے اس کی یہی روٹین تھی۔ پہلے اسکول پھر اب کالج سے آکر کھانا کھانا پھر سو جانا۔ گو کہ گھر کے باقی تمام افراد خصوصاً" خواتین کی بھی یہی روٹین تھی لیکن اس پر اعتراض یوں ہوتا تھا کہ وہ گدھے گھوڑے بیچ کر سوتی تھی اور کسی بھی حالت میں اپنی نیند کی قربانی نہیں دے سکتی تھی۔ سب ہی اس کی اس عادت سے واقف تھے۔ اس لیے رات میں جب ساری کزنز شاپنگ کا پروگرام بنا کر ایک دوسری سے یہ پوچھ رہی تھیں، تمہیں کیا کیا لینا ہے تو اسے کسی نے مخاطب تک نہ کیا تھا۔ وہ خود ہی بیچ بیچ میں بول رہی تھی۔

"ہاں سینڈل تو مجھے بھی لینی ہے۔"

"ولیمہ میں پہننے کا سوٹ بھی لینا ہے۔"

"اور میچنگ جیولری۔"

"لسٹ بنالو' کیونکہ ہمارے پاس صرف کل کا دن ہے' اس کے بعد بازار کا کوئی چکر نہیں لگے گا۔" مہم نے کہا پھر باقاعدہ اس سے مخاطب ہوئی تھی۔

لو رابعہ! کل کالج سے آکر ہم سب بازار جائیں گے۔ تمہیں چلنا ہے تو ٹھیک ورنہ اپنی چیزوں کی لسٹ بنا کر دے دو۔"

"ساتھ پیسے بھی۔" عفت نے لقمہ دیا تھا۔

"نہیں تو تم لوگ مجھے کیوں نہیں لے جانا چاہتیں۔ میں تمہارے سر پر سوار ہو کر تو نہیں جاؤں گی۔" اس کے شاکی اور خفا لہجے پر سدرہ ہنس کر بولی۔

"میری جان! ہم تمہیں سر پر اٹھا کر لے چلنے کو بھی تیار ہیں تم چلو تو۔۔۔"

"ہاں تو میں نے کب منع کیا ہے۔"

"تو تم چلو گی۔۔۔؟" مریم نے سدرہ کو کچھ کہنے سے روکتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"بالکل!"

"بس تو ٹھیک ہے' کل کالج سے آکر سونا نہیں۔" مریم نے انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔

"ایک تو سب میرے سونے کے دشمن ہیں۔ کوئی اتنا تو نہیں سوتی میں' دوپہر میں سب ہی قیلولہ کرتے ہیں پھر میرا سب کو کیوں کھلتا ہے۔" وہ روٹھے لہجے میں بولے گئی۔

"کسی کو نہیں کھلتا' ہماری طرف سے ہمیشہ کی نیند سو جاؤ۔"

سدرہ کہتے ہوئے اٹھ گئی' باقی سب نے اس کی تقلید کی۔ لیکن وہ وہیں بیٹھی رہ گئی پھر یہ تہیہ کر کے اٹھی تھی کہ وہ ان سب پر ثابت کر دے گی کہ وہ کتنی ایکٹو ہے اور ایسا جوش اس کے اندر پہلی بار نہیں اٹھا تھا اکثر وہ خود سے عہد کرتی تھی۔ پھر بھول جاتی۔ ابھی بھی یہی ہوا تھا۔ جب مریم' عفت' سدرہ' تیار ہو کر اس کے کمرے میں آئیں تو وہ بے خبر سو رہی تھی۔

"مر گئی ست الوجود' چلو واپس آکر فاتحہ پڑھ لیں گے۔" سدرہ نے دانت پیس کر کہا اور ایک پل رکنے کو تیار نہیں ہوئی' مریم اور عفت کو کھینچتی ہوئی لے گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

مسلسل بجتی بیل نے اسے اٹھنے پر مجبور کیا تھا۔ پتا نہیں سب لوگ کہاں تھے۔ وہ بری طرح جھنجھلاتی ہوئی اٹھ کر بیرونی دروازے تک گئی اور دروازہ کھول کر یہ دیکھے بغیر کہ کون ہے ان ہی پیروں واپس پلٹ کر تیز تیز چلنے لگی۔

"اے' ہیلو۔" آنے والے نے پہلے وہیں رک کر اسے پکارا پھر بھاگ کر اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ وہ ابھی تک نیند کے نشے میں تھی اور رہنا چاہتی تھی پھر بھی ذرا سی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"ہائے رے آپ نیند میں چل رہی تھیں؟" اس نے اچھل کر پوچھا۔ وہ خاموش رہی۔

"اب تو اٹھ جائیں۔" اس نے دونوں ہاتھ یوں اٹھائے جیسے اس کے کندھے جھنجھوڑ ڈالے گا پھر خود ہی جھنجھلا گیا اور ادھر ادھر دیکھ کر کہنے لگا۔ "میں کسی غلط گھر میں تو نہیں آگیا۔ شادی کے گھر میں اتنا سناٹا تو نہیں ہو سکتا۔ بات سنیں یہ سجاد صاحب کا گھر ہے ناں؟"

"ہوں۔" اس نے زیادہ گردن ہلائی۔

"تھینک گاڈ۔" اس نے آسمان پر نظر ڈالی پھر اسے دیکھ کر بولا۔ "میں اذعان ہوں۔ ولید چچا کی شادی میں شرکت کے لیے بصد اصرار بلایا گیا ہوں۔"

"شادی تو۔۔۔" وہ کہنا چاہتی تھی کہ ایک ہفتے بعد ہے لیکن وہ بڑا ہی بے صبرا تھا۔

"ہو گئی کیا؟ ۔۔۔ میں پھر لیٹ ہو گیا۔"

"کاش لیٹ ہو جاتے' میری نیند تو نہ خراب ہوتی۔" وہ جل کر بڑبڑائی اور اس کی سائیڈ سے نکلنا چاہتی تھی کہ اس نے بازو پھیلا کر راستہ روک لیا۔

"عجیب ہیں آپ بھی' مہمان کا کوئی خیال ہی نہیں۔ خیر' بٹھائیں چائے پانی پوچھیں اتنی دور سے آرہا ہوں۔"

"کتنی دور سے؟" اس کی زبان سے بلا ارادہ ہی پھسل گیا تھا۔

"کبھی ساہیوال گئی ہیں آپ' نہیں نا وہیں سے بس کچھ آگے پاک پتن شریف ہے وہاں سے آیا ہوں۔ سمجھیں۔ اب تو کہیں بٹھا دیں۔"

"ایسے کیسے بٹھا دوں۔ مجھے کیا پتا آپ کون ہیں؟ خواہ مخواہ مجھ سے کیوں الجھ رہے ہیں جس نے آپ کو بلایا ہے اسی کے پاس جائیں۔" وہ اب سلگ گئی تھی۔

"تو آپ لے چلیں نا بی بی جان کے پاس۔" اس نے زور دے کر کہا تو وہ بی بی جان کا سن کر بوکھلا گئی۔

"آ۔۔۔ آپ بی بی جان کے۔ میرا مطلب ہے آیئے میں آپ کو بی بی جان کے پاس لے چلوں۔"

"شکریہ' مہربانی۔" وہ ہاتھ پیشانی تک لے گیا پھر اسی ہاتھ سے اسے چلنے کا اشارہ کیا تو اس نے بہت تیزی دکھائی۔ کوریڈور سے لائی۔ پھر وسیع لاؤنج اس کے بعد بی بی جان کے کمرے میں بھی اسی تیزی سے داخل ہوئی تھی۔

"السلام علیکم بی بی جان!" وہ اس کا نام پتا سب بھول گئی اور ہاتھ سے اشارا کر کے اسے دیکھنے بھی لگی۔

"السلام علیکم بی بی جان!" وہ پرجوش انداز میں سلام کرتا بی بی جان سے لپٹ گیا۔

"میں صدقے میں واری۔" بی بی جان والہانہ اس کی بلائیں لینے لگیں تو وہ چپکے سے وہاں سے کھسک گئی۔

اب نیند تو اچاٹ ہو ہی چکی تھی۔ اس نے کھڑکیوں سے پردے سمیٹے پھر منہ ہاتھ دھو کر بالوں میں برش کرتے ہوئے اچانک اسے یاد آیا کہ آج تو ان سب کو بازار جانا تھا۔

"او نو میں پھر سو گئی تھی۔" وہ یکدم روہانسی ہو گئی۔ "اب کیا کروں گی۔ میرے پاس تو کسی ایک فنکشن کی بھی مکمل تیاری نہیں ہے اور یہ تینوں تو الٹا میرا مذاق بھی اڑائیں گی۔ اور سوؤ۔"

"ہاں تو سو جاؤں گی۔ اتنے لوگوں میں کسی کو کیا پتا چلے گا کہ میں کہاں ہوں۔" اس پر زیادہ دیر کسی بات کا اثر نہیں رہتا تھا نہ ملال۔ جس تیزی سے جذبات ابھرتے تھے اسی تیزی سے اتر بھی جاتے تھے۔

جب مریم' عفت اور سدرہ شاپنگ سے لدی پھندی کمرے میں آئیں' وہ سکون سے بیٹھی چائے پی رہی تھی۔ تینوں نے شاپنگ بیگز بیڈ پر پھینکے پھر خود بھی وہیں ڈھیر ہو گئیں۔ اس نے آرام سے چائے ختم کی پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا سارا بازار اٹھا لائی ہو؟"

"خبردار۔ کسی چیز کو ہاتھ مت لگانا۔" عفت کی تیز آواز پر وہ اچھل کر پیچھے ہٹی۔

"کیوں کیا بم ہے اس میں؟"

"جو بھی ہے' تمہیں جلا کے رکھ دے گا۔" سدرہ نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے' میں تمہاری شاپنگ دیکھ کر جل جاؤں گی۔" اس نے افسوس سے سدرہ کو دیکھا تو وہ سٹپٹا گئی۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

"پھر؟"

"اوہو چھوڑو اس بات کو۔ یہ بتاؤ اب تم کیا کرو گی؟" مریم نے اس کا ہاتھ کھینچ کر اپنے پاس بٹھا لیا تو وہ کندھے اچکا کر بولی۔

"کوئی مسئلہ نہیں۔ پچھلے مہینے ماموں کی شادی میں جو کپڑے بنائے تھے۔ وہ اب ولید چچا کی شادی میں بھی پہن لوں گی۔"

"لیکن وہ تو تم نے ماموں کی شادی میں بھی پہنے تھے۔" عفت نے فوراً یاد دلایا۔

"تو کیا ہوا ان پر ناٹ یوز اگین کا لیبل تو نہیں لگا پھر پہن لوں گی۔" اس نے حد درجہ لاپروائی کا مظاہرہ کیا۔ ایسے موقعوں پر وہ یہی کیا کرتی تھی۔

"تمہیں تو میوزیم میں رکھ دینا چاہیے۔ دنیا کا آٹھواں عجوبہ۔"

سدرہ نے کہہ کر سر جھٹکا پھر وہ تینوں اپنے اپنے شاپرز سنبھال کر ایک ایک چیز نکالنے لگیں' جھلملاتے سوٹ' میچنگ جیولری' سینڈلز' چوڑیاں۔ اس نے سب کی دل کھول کر تعریف کی اور آخر میں دل میں جو ملال جاگا تھا وہ بھی زبان پر آگیا۔

"میں کیوں سو گئی۔"

☆ ☆ ☆

بی بی جان کی آخری اولاد ولید بخت کی شادی تھی'

جب ہی انہوں نے دور و نزدیک کے تمام عزیز رشتہ داروں کو بصد اصرار بلایا تھا۔ دوسرے شہروں سے آنے والے مہمانوں کے لیے انہوں نے اوپر کے کمرے سیٹ کروا دیے تھے اور ان مہمانوں کی آؤ بھگت کی ذمہ داری اپنی پوتیوں اور نواسیوں کے سپرد کر دی جو انہوں نے بخوشی قبول کی کیونکہ ان کے چہیتے چچا کی شادی تھی۔ جو ان کے صرف چچا ہی نہیں دوست بھی تھے اور سب سے یکساں محبت کرتے تھے۔ یہ ان کی محبت ہی تھی جو سب بھتیجے بھتیجیاں اس شادی کو یادگار بنا دینا چاہتے تھے۔ لڑکے باہر کے کاموں کے ساتھ وسیع رقبے پر پھیلے پورے بنگلے کو دلہن کی طرح سجانے میں لگے ہوئے تھے اور لڑکیاں اپنی تیاری کے ساتھ ساتھ مہمانوں کی خاطرداری میں بھاگتی پھر رہی تھیں۔ سب بے حد خوش اور پرجوش تھے اور خوش تو وہ بھی بہت تھی بس اپنی کاہلی سے مات کھا گئی تھی۔ کام چور نہیں تھی جس کام کو کہا جاتا بلکہ بنا کہے خود سے بھی کرتی تھی لیکن پھرتیلا پن نہیں تھا۔ جس سے زیادہ تر اسے یہ سننے کو ملتا۔

"رابعہ! ایسا کرو، اچھا تم رہنے دو۔"

یعنی ہر ایک کو یقین تھا کہ جتنی دیر میں وہ اٹھے گی، اتنی دیر میں ایک کیا دس کام ہو چکے ہوں گے۔ وہ بہرحال ان سب باتوں کی عادی تھی اور اس پر کچھ اثر بھی نہیں ہوتا تھا۔ وہ اپنے حساب اور مزاج سے ہر کام کرتی تھی۔

اس وقت وہ چائے لے کر بڑے کمرے میں آئی تو مایوس چہروں پر جہاں رونق آئی وہاں سب ہی نے کچھ نہ کچھ کہنا ضروری سمجھا۔

"شکر، آج کی تاریخ میں چائے مل گئی۔" اسفر نے وال کلاک کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ بارہ بجنے میں دس منٹ تھے۔

"میں نے تو خیر اس وقت چائے کا خیال ہی چھوڑ دیا تھا۔" دانش نے کہنے کے ساتھ ٹرے میں سے چائے کا کپ اٹھانے میں پھرتی بھی دکھائی تھی۔

"کیا واقعی چائے بنانے میں اتنی دیر لگتی ہے؟" آصف انتہائی سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

"اگر رابعہ بنائے تو۔ ورنہ تو پانچ منٹ بھی۔۔۔" ذیشان نے ہنس کر کہا۔

اس نے سنی سب کی، جواب کسی کو نہیں۔۔۔ آخر میں اپنا کپ لے کر مریم کے پاس بیٹھتے ہوئے۔۔۔ نے دیکھا عین سامنے وہ جس کا نام بتا فوراً ہی ذہن سے محو ہو گیا تھا۔ بیٹھا حیرت سے اسے۔۔۔ تھا۔

"مومو! وہ سامنے کون ہے؟" اس نے۔۔۔ مزید قریب ہو کر سرگوشی میں پوچھا تو مریم نے۔۔۔ سامنے نگاہ ڈالی پھر اسے بتانے لگی۔

"وہ ازعان ہے۔ بی بی جان کے سگے بھتیجے۔۔۔ پاک پتن سے آیا ہے۔"

"مجھے کیوں گھور رہا ہے؟" اس نے پھر سرگوشی۔۔۔

"ہیں!" مریم نے بے اختیار ازعان کو دیکھا۔۔۔ بظاہر سادگی سے بولا۔

"مجھے پتا ہے۔ آپ دونوں میرے بارے۔۔۔ باتیں کر رہی ہیں۔"

"ارے واہ۔ آپ تو ماشاءاللہ بہت پہنچے ہوئے ہیں۔" ازعان نے اگر سب کی موجودگی کا خیال نہیں۔۔۔ تھا تو وہ کیوں کرتی۔

"اللہ کی عنایت جس پر ہو جائے میں تو بہت گناہگار ہوں۔" وہ بہت عاجزی دکھانے لگا۔

"واقعی۔" اس نے قصداً ایسی شکل بنائی جیسے۔۔۔ کے اعمال سے واقف ہو۔ مریم بمشکل ہنسی روک۔۔۔ اسے گھورنے لگی، تب ہی ذیشان اونچی آواز میں۔۔۔ کو اپنی طرف متوجہ کر کے کہنے لگا۔

"ہاں تو بھائیو اور بہنو! ہم نے مہندی والے۔۔۔ باقاعدہ موسیقی کا پروگرام رکھا ہے۔ جس میں۔۔۔ گائیکی بھی ہو گی اور پاپ میوزک بھی لیکن ایک۔۔۔ ہے۔"

"کیا؟" لڑکیاں بے تاب ہو گئی تھیں۔

"مسئلہ یہ ہے کہ بی بی جان نے اس پروگرام۔۔۔ اجازت تو دے دی ہے لیکن ساتھ ایک شرط بھی رکھی ہے۔" ذیشان تجسس نہیں پھیلا رہا تھا۔ سب کا ردِعمل جانتا تھا جب ہی رک رہا تھا۔

"قسطوں میں بات کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک ہی بار بتا دو۔" عفت نے جھنجلا کر کہا۔

"کیسے بتا دوں۔ ہمت نہیں ہو رہی کیونکہ میں کسی کو روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔" ذیشان نے لہجے میں رقت سمونے کی کوشش کی۔

"کوئی نہیں روئے گا۔ تم شرط بتاؤ؟" مریم نے تیز ہو کر کہا تو ذیشان نے پہلے باقی لڑکوں کی طرف دیکھا پھر لڑکیوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

"بی بی جان نے شرط یہ رکھی ہے کہ موسیقی کے پروگرام میں لڑکیاں شریک نہیں ہوں گی۔"

"کیا۔۔۔" سب ایک ساتھ چیخیں پھر احتجاج کرنے لگیں۔ "اگر ایسی بات ہے تو پھر یہ پروگرام ہی کینسل۔ کوئی ضرورت نہیں کسی کو بلانے کی۔"

"کیوں ضرورت نہیں۔ تمہاری وجہ سے ہم کیوں محروم رہ جائیں۔" ذیشان جذباتی ہو کر میدان میں کودا تھا۔

"اور جو ہماری وجہ سے اتنے آرام اٹھا رہے ہو، وہ کچھ نہیں۔" عفت سلگ کر بولی تھی۔

"ہیں ہیں! کون سے آرام پہنچا رہی ہو مجھے؟"

"کھانا، چائے، کمرے کی صفائی، کپڑے دھلائی سے استری تک کون کرتا ہے یہ سب۔ خود کرنا پڑے تو پتا چلے۔"

"اور کیا جب ہمارے بغیر گھر کے دوسرے کام نہیں ہو سکتے تو یہ بھی نہیں۔" سدرہ نے عفت کی تائید کی۔

"تو یہ بات تم بی بی جان سے کہو۔" ذیشان ہکلا گیا تھا۔

"ہم کیوں کہیں، جب انہوں نے شرط رکھی تھی تب تمہیں خود سوچنا چاہیے تھا۔ انہیں ہمارے حق میں ہموار کرتے یا پروگرام کینسل کر دیتے۔ اور اگر تم لوگ ایسا نہیں کرو گے تو پھر آئندہ ہم سے بھی کوئی امید مت رکھنا۔"

مریم حتمی انداز میں کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تو باقی لڑکیوں نے اس کی تقلید کی۔

☆ ☆ ☆

دس بجے وہ سو کر اٹھی تھی۔ پھر گیارہ بجے ناشتے کی غرض سے کچن میں آگئی۔ امی اور تائی جی نچلے چولہے پر بڑے پتیلے چڑھائے بیٹھی تھیں۔ اوون کے پاس مریم اور عفت کھڑی تھیں۔ سدرہ ایک ٹرے اٹھائے دوسری ٹرے کو یوں دیکھ رہی تھی جیسے دو ہاتھ اور ہوتے تو اسے بھی اٹھا لیتی۔

"لاؤ' یہ میں لے جاتی ہوں۔" اس نے آگے بڑھ کر ٹرے اٹھالی۔ "کہاں لے جانی ہے؟"

"اوپر۔" سدرہ تیزی سے نکل گئی۔

"اچھا میرے لیے ناشتا تیار رکھو۔" وہ کہہ کر کچن سے نکل آئی۔ پھر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے دھیان ہی نہیں دیا کہ سدرہ کس تیزی سے اس کے قریب سے نکلی تھی۔ وہ اپنی دھن میں اوپری منزل پہنچ گئی اور جو دروازہ کھلا نظر آیا' اس میں داخل ہو کر رک گئی۔ سامنے ازعان کھڑا تھا۔

"آپ نے کیوں زحمت کی میں نیچے ہی آ رہا تھا۔"

اس نے کہا تو ٹرے ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولی۔

"ناشتا یہیں کر لیں تو اچھا ہے۔ نیچے صفائی وغیرہ ہو رہی ہے۔"

"اچھا آپ بھی بیٹھ جائیں' میرا مطلب ہے ناشتا تو آپ نے بھی نہیں کیا ہوگا۔" ازعان نے سیدھے سادے انداز میں اسے ناشتے کی پیشکش کی تو اس نے پہلے ٹرے پر نظر ڈالی پھر بیٹھ گئی اور سہولت سے کھانے لگی' ازعان کو غالباً" یہ توقع نہیں تھی۔ اس کا خیال تھا وہ پس و پیش کرے گی' جھجکے گی لیکن ایسا نہیں ہوا جب ہی وہ حیران ہو رہا تھا۔ پھر یونہی بات کرنے کی غرض سے پوچھنے لگا۔

"یہ کباب آپ نے بنائے ہیں؟"

"نہیں' میں تو خود ابھی اٹھی ہوں۔" وہ کھانے میں مصروف تھی۔

"ہاں میں نے سنا ہے۔ آپ سارا وقت سوتی رہتی ہیں۔" ازعان نے اسے یوں دیکھا جیسے وہ اچھلے گی لیکن وہ ہنوز آرام سے تھی۔

"سارا وقت تو نہیں' سونے کے اوقات میں سوتی ہوں۔"

"اور آپ کے سونے کے اوقات کیا ہیں؟"

"دوپہر اور رات۔ کیوں آپ نہیں سوتے؟" چائے کا کپ اٹھا کر براہِ راست اسے دیکھنے لگی۔

"نہیں۔ میرا مطلب ہے صرف رات میں۔" وہ یونہی مسکرایا پھر کہنے لگا۔ "ایک بات کہوں" آپ برا تو نہیں مانیں گی؟"

"آپ کو جو کہنا ہو کہہ دیں۔ میرے برا ماننے نہ ماننے کی پرواہ مت کریں۔"

اس نے سوچنے کا تکلف ہی نہیں کیا۔ اور وہ سوچ میں پڑ گیا۔ عجیب لڑکی ہے۔ ہر بات کو ایک ہی انداز سے لے رہی ہے۔

"ارے آپ تو مراقبے میں چلے گئے۔" وہ ذرا سا ہنسی پھر چائے کا آخری گھونٹ لے کر اٹھ کھڑی ہوئی تو وہ بھی بے اختیار کھڑا ہو گیا۔

"وہ میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ آپ خاصی عجیب و غریب لڑکی ہیں۔"

"سب یہی کہتے ہیں کوئی نئی بات کریں۔" اس نے بے نیازی سے کہہ کر ٹرے اٹھالی تو اس خیال سے کہ کہیں وہ چل نہ پڑے وہ فوراً" گویا ہوا۔

"نئی بات یہ ہے کہ عجیب و غریب ہونے کے باوجود آپ اچھی لگتی ہیں۔"

اس کے سابقہ انداز میں آپ ہی آپ دراڑیں پڑ گئیں۔ آنکھوں میں ہلکا سا تحیر لہرایا تھا۔ پھر دھیرے سے رخ موڑ کر وہ کمرے سے نکل آئی اور پہلی بار اس نے دو دو سیڑھیاں ایک ساتھ پھلانگی تھیں۔ سامنے سے آتے ذیشان نے حیرت سے اسے دیکھا پھر ایک دم سامنے آ کھڑا ہوا۔

"کیا ہوا' کوئی جن بھوت دیکھ لیا ہے کیا؟"

"ہاں وہ۔ نہیں میرا مطلب ہے نہیں۔" وہ بوکھلا گئی۔ سانسیں الگ بے ترتیب ہو رہی تھیں۔

"پھر کس سے بھاگ کر آ رہی ہو؟" ذیشان کے مشکوک انداز پر وہ اندر سے خائف ہو گئی لیکن فوراً" پیشانی پر بل ڈال لیے۔

"کیوں یہاں اتنے نظر نہیں آ رہے تھے اور جو سب بھاگتے پھر رہے ہیں وہ کس کس سے بھاگ رہے ہیں۔"

"ارے تم تو باقاعدہ ناراض ہونے لگیں۔ سوری۔" ذیشان نے کندھے اچکا کر یوں معذرت کی جیسے اس پر احسان کر رہا ہو۔ وہ سر جھٹک کر کچن میں آگئی اور پٹخنے کے انداز میں ٹرے سلیب پر رکھی تو مریم اچھل پڑی۔

"الٰہی خیر۔" پھر اسے دیکھ کر پوچھنے لگی۔ "تم ناشتا دینے گئی تھیں یا کرنے؟"

"دونوں کام ہو گئے۔ دے بھی آئی' کر بھی لیا اب اور کوئی کام ہو تو بتاؤ!" اس نے بے نیازی سے جواب دے کر پوچھا۔

"کام تو بہت ہیں لیکن پہلے تم بی بی جان کے پاس جاؤ۔ بلاوا آیا ہے تمہارا۔" مریم نے کیبنٹ کھولتے ہوئے کہا۔

"بی بی جان نے بلایا ہے۔ کیوں؟"

"مجھے کیا پتا' ہوگا کوئی کام۔" مریم نے اپنی مصروفیت ترک نہیں کی اس نے عفت کو دیکھا اور اسے متوجہ نہ پا کر خود ہی قیاس کرتے ہوئے وہاں سے نکل کر بی بی جان کے کمرے میں آگئی۔

"جی بی بی جان! آپ نے بلایا ہے۔"

"ہاں یہاں بیٹھو۔" بی بی جان نے اپنے قریب ہاتھ رکھا تو اس کا دل بیٹھنے لگا ضرور کوئی غلطی ہوئی ہے۔ جس پر ٹھنڈی مار پڑنے والی ہے۔

"سب تیاری ہو گئی تمہاری؟" بی بی جان نے اس کے بیٹھتے ہی پوچھا۔

"جی۔۔۔!" اس کے منہ سے بلا ارادہ ہی نکلا تھا پھر سٹپٹا بھی گئی تو بی بی جان نفی میں سر ہلانے لگیں جیسے جھوٹ بولنے سے منع کر رہی ہوں۔

"میرا مطلب ہے بی بی جان! ابھی پچھلے مہینے ہی تو ماموں کی شادی میں میں نے اتنے سوٹ بنائے تھے۔ ایک ہی بار تو پہنے ہیں۔" وہ ہکلا کر وضاحت کرنے لگی۔

"ہوں' یہ تم نے پہلے سے سوچ لیا تھا یا؟" بی بی جان کی کھوجتی نظروں سے وہ مزید گھبرا گئی۔

"نہیں پہلے سے تو نہیں بس اس دن ۔۔۔" دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ بات ادھوری چھوڑ کر ادھر متوجہ ہو گئی اور جیسے ہی ازعان اندر آیا اس نے فوراً" چہرہ بی بی جان کی طرف موڑ لیا۔

"السلام علیکم۔" ازعان اس کی وجہ سے دروازے کے قریب ہی رک گیا تھا۔

"خوش رہو۔" بی بی جان نے ایک نظر ازعان کو دیکھ کر بیٹھنے کا اشارہ بھی کیا پھر اس سے مخاطب ہوئیں۔

"ہاں تم کیا کہہ رہی تھیں۔ وہی پہنے ہوئے کپڑے پہنو گی۔"

"اگر آپ نہیں چاہتیں تو۔" وہ جز بز ہو کر منمنائی۔

"ہاں' میں نہیں چاہتی۔ اب بتاؤ اتنے کم وقت میں تم کیا کر سکتی ہو؟"

بظاہر یہی لگ رہا تھا جیسے بی بی جان بہت پیار سے پوچھ رہی ہوں لیکن وہ اس پیار کا مطلب اچھی طرح جانتی تھی جب ہی خاموشی سے سر جھکا لیا۔

"تم صرف لاپروا ہی نہیں۔ نکمی بھی ہو۔ جاؤ جا کر انتظام کرو۔"

بی بی جان کا غصہ اچانک ظاہر ہو گیا اور یہ بھی اچھا ہوا کہ انہوں نے جانے کا کہہ دیا تھا۔ وہ فوراً" اٹھ کر کمرے سے نکل آئی' ورنہ ازعان کے سامنے جانے کیا کچھ سننا پڑتا۔ بہرحال ابھی اس کے پاس یہ سوچنے کا وقت نہیں ملا کہ ازعان کیا سوچے گا اسے بی بی جان کا حکم بجا لانا تھا۔ ورنہ بھری برادری میں جو درگت بنتی وہ سوچ کر ہی اسے جھرجھری آگئی۔ پھر اس نے ایک ایک کی خوشامد کی لیکن کوئی اس کے ساتھ بازار جانے پر آمادہ نہیں ہوا۔ سب نے ایک ہی بات کہی تھی۔

"اور سوئے۔۔۔"

اور وہ سوئی تو نہیں تمام فنکشنز میں بی بی جان سے چھپتی پھری تھی۔ ساتھ دھڑکا بھی لگا رہا کہ کہیں اس کا بلاوا نہ آجائے جب ہی وہ دوسری کزنز کی طرح انجوائے نہیں کرسکی۔ ولیمہ کی تقریب گھر کے لان میں ہی تھی اور وہ برآمدے کے ستون کی اوٹ میں کھڑی مریم' عفت اور سدرہ کو چہکتے ہوئے حسرت سے دیکھ رہی تھی کہ اچانک اذعان نے سامنے آکر اس کی توجہ کھینچ لی۔

"آپ تنہا اور اداس کیوں کھڑی ہیں؟"

"کیونکہ مجھے تنہائی اور اداسی پسند ہے۔" وہ جل کر بولی تھی۔

"اچھا۔ میں تو سمجھا تھا' آپ کو کوئی غم ہے۔" اذعان نے حیرت کے اظہار کے ساتھ کہا۔ وہ اچھل پڑی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟"

"میرا مطلب ہے تنہا اور اداس تو وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں کوئی روگ لگا ہو محبت کا۔" اس کی وضاحت پر وہ مزید سلگ گئی۔

"آپ کے ہاں ایسا ہوتا ہوگا۔"

"اور آپ کے یہاں کیسا ہوتا ہے؟" اس کے ہونٹوں پر محظوظ مسکراہٹ دیکھ کر وہ فوراً" انجان بن گئی۔

"مجھے کیا پتا۔"

"مجھے پتا ہے۔ یہاں محبت ہے ہی نہیں۔ سب خالی دل لیے پھرتے ہیں ویران کھنڈر جیسے۔" آخر میں اس کے تاسف پر وہ چیخ گئی۔

"ویران ہوں یا کھنڈر' دل تو ہیں ناں۔"

"اب یہ مت کہہ دیجیے گا کہ آپ کے ہاں تو دل ہی نہیں ہوتے۔" وہ فوراً" بولا تھا۔

"اچھا ہوتے ہیں۔" وہ استہزائیہ ہنسی۔

"جناب!" وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر مسکرایا۔ "کہیے تو سینہ چیر کر دکھادوں۔"

"جی نہیں مجھے کوئی شوق نہیں دل ول دیکھنے کا۔" اس نے کہہ کر اپنے کمرے کی طرف دوڑ لگادی کہ اچانک زیشان سامنے آگیا' وہ بری طرح اس سے ٹکرائی تھی۔

"لاحول ولا۔" زیشان نے اسے پرے دھکیلا تو گرتے گرتے بچی پھر خونخوار لہجے میں بولی۔

"دیکھ کر نہیں چل سکتے۔"

کیا مطلب ہے تمہارا' میں تم سے ٹکرایا ہوں۔" زیشان نے بھی غصے سے کہا۔ وہ پریشان ہوکر منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگی۔

"بس گالیاں دینے کی ضرورت نہیں ہے۔" زیشان سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا اور وہ اسی طرح بڑبڑاتی ہوئی کمرے میں آگئی۔

☆ ☆ ☆

اگلے دو دن مہمانوں کی واپسی کی بھگدڑ مچی رہی اور یہ شادی کے ہنگاموں سے زیادہ تھکا دینے والا مرحلہ تھا کیونکہ بی بی جان کا حکم تھا کہ سفر کے لیے مہمانوں کے ساتھ کھانا بھی جائے گا اور یہاں اسے زبردستی گھسیٹ کر کھانا پیک کرنے پر لگادیا گیا تھا۔ ایک تو بورنگ کام اوپر سے جلدی جلدی کا شور اسے مزید بوکھلائے دے رہا تھا۔ آخر تنگ آکر اس نے ہاتھ کھینچ لیا۔

"بس بھئی۔ مجھ سے نہیں ہوتا یہ سب۔"

"کیوں نہیں ہوتا۔ لو یہ پیک کرو۔" مریم نے دیکھے بغیر سالن کا ڈونگا اس کی طرف بڑھا کر چھوڑ بھی دیا جو اس کے چکنے ہاتھوں سے پھسل کر فرش پر الٹ گیا اور اس سے پہلے کہ سب نیچے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑیں وہ بھاگ کھڑی ہوئی۔ سالن گرنے سے کپڑوں کا ستیاناس ہوگیا تھا۔ وہ ایسی ست کہ چینج کیے بغیر پڑ کر سو گئی۔

شام میں امی نے اسے جھنجوڑ کر اٹھایا اور بے نقط سناڈالیں۔

"دنیا اِدھر کی اُدھر ہوجائے' تمہیں ضرور گدھے گھوڑے بیچ کر سونا ہوتا ہے۔ غضب خدا کا' اس گھر میں اور بھی لڑکیاں ہیں۔ ماشاء اللہ چاق و چوبند ہر کام میں ماہر' ان کے ساتھ رہ کر بھی تم کچھ نہیں سیکھتیں اور یہ کپڑوں کا کیا حال کیا ہوا ہے؟"

"وہ سالن گر گیا تھا۔" وہ منمنائی۔

"تو کپڑے نہیں بدل سکتی تھیں۔ ایسے چپچپاتے کپڑوں کے ساتھ تمہیں نیند کیسے آگئی۔ چلو اٹھ کر نہاؤ اور یہ چادر بھی بدلو بستر کی۔" امی کو کبھی کبھار ہی غصہ آتا تھا۔

"بدل لوں گی۔" وہ سر کھجاتے ہوئے بولی۔

"ابھی بدلو اور ایسے حلیے میں باہر مت نکل آنا۔ اب سب تمہارا نہیں میرا مذاق اڑانے لگے ہیں کہ ماں نے کچھ نہیں سکھایا۔"

"کوئی نہیں۔ آپ تو ہر وقت ٹوکتی ہیں۔"

"تم پر پھر بھی اثر نہیں ہوتا۔" امی سر جھٹک کر اٹھنے لگی تھیں کہ اس نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"آپ ناراض کیوں ہوتی ہیں۔"

"تو کیا کروں' خوش ہوں۔ تمہاری کون سی بات خوش کرنے والی ہوتی ہے ہر ایک کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا ہے مجھے۔ ابھی ہر مہمان نے جاتے ہوئے تمہارا پوچھا۔ کیا بتاتی پڑی سو رہی ہے۔ کم از کم یہاں تو لاج رکھی ہوتی۔" امی کا پارہ پھر چڑھنے لگا۔

"اوہو چھوڑیں بھی۔" اس نے اٹھ کر وارڈروب کھول لی اور اپنے کپڑے نکال کر واش روم میں بند ہوگئی۔

"پتا نہیں کیا ہوگا اس لڑکی کا' امی تاسف سے بڑبڑائیں پھر اٹھتے ہوئے اس کے بیڈ سے چادر بھی کھینچ لی اور دوسری چادر بچھا کر کمرے سے نکل گئیں۔

وہ نہا کر نکلی تو چائے کی طلب میں سیدھی کچن میں چلی آئی۔ اس کا خیال تھا' اس وقت سدرہ یا مریم ضرور چائے بنا رہی ہوگی۔ لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے چولہا جلا کر چائے کا پانی رکھا اور اسٹول پر بیٹھ کر گیلے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی۔ معاً" احساس ہوا کہ کسی طرف سے کوئی آواز نہیں آرہی جبکہ شام میں خاصی افراتفری ہوا کرتی تھی۔

"کہاں چلے گئے سب لوگ!" وہ سوچتے ہوئے اٹھی تھی کہ اذعان دروازے میں آکر بولا۔

"ایکسکیوز می۔ ایک کپ چائے ملے گی؟"

"آپ گئے نہیں۔" وہ بلا ارادہ کہہ گئی۔

"کہاں؟" اس نے سوالیہ ابروؤں کو جنبش دی۔

"جہاں سے آئے ہیں' میرا مطلب ہے۔ سب مہمان تو چلے گئے۔" وہ کہہ کر چائے دم کرنے لگی۔

"لیکن میرا ابھی جانے کا کوئی ارادہ نہیں۔" وہ آکر اسی اسٹول پر بیٹھ گیا جہاں وہ بیٹھی تھی۔

"کیوں؟" اس نے ریک سے کپ اٹھاتے ہوئے ایک نظر اسے دیکھا تو وہ کندھے اچکا کر بولا۔

"کیونکہ یہاں میرا دل لگ گیا ہے۔" وہ خاموش رہی اور چائے ڈال کر ایک کپ اسے تھمادیا۔

"تھینک یو......!" وہ ایک سپ لے کر کہنے لگا۔

"اصل میں میں یہاں آفس کی طرف سے ٹریننگ پر آیا ہوں۔ ایک ڈیڑھ مہینے کی ٹریننگ ہے اور اتنا عرصہ آپ کو مجھے برداشت کرنا پڑے گا۔ ویسے میری کوئی بری عادتیں نہیں ہیں۔ میرا مطلب ہے خوامخواہ تنگ نہیں کرتا۔"

"تو یہ آپ مجھے کیوں بتا رہے ہیں؟" اس نے بےزاری سے ٹوکا۔

"اور کسے بتاؤں' ایک آپ ہی تو اپنی سی لگتی ہیں۔" اس نے نہ صرف آنکھوں کا رنگ بدلا۔ لہجہ بھی بوجھل ہوگیا تھا اور وہ کوشش کرتی تب بھی اسے جھٹلا نہیں سکتی تھی۔ کیونکہ اندر دھڑکنوں نے شور مچا دیا تھا۔

"پتا نہیں سب لوگ کہاں چلے گئے۔" وہ راہ فرار اختیار کرنا چاہ رہی تھی کہ وہ اٹھ کر اس کا راستہ روک کر کھڑا ہوگیا۔

"کیوں بھاگنا چاہتی ہو۔ میں اچھا نہیں لگتا یا ڈرتی ہو۔"

"کیسی باتیں کررہے ہیں آپ؟ پلیز ہٹیں سامنے سے۔" وہ بہت نروس ہوگئی تھی۔

"پہلے میری بات کا جواب دو۔" اس کی پُرشوق نظریں اس کے چہرے پر جم کر رہ گئی تھیں۔

"مم... میں پھر..." وہ ہکلا کر رہ گئی۔

"پھر کب؟"

"اوفوہ!" وہ اسے دھکیل کر بھاگ کھڑی ہوئی۔
برآمدے سے لان تک کوئی نظر نہیں آیا تو اس نے شکر کیا کہ کسی نے دیکھا نہیں۔ ورنہ اس کی حواس باختگی سارے بھید کھول دیتی اور یہ اسے منظور نہیں تھا۔ کیونکہ دل کے معاملے میں وہ بہت محتاط واقع ہوئی تھی۔ وہ کیا سوچتی ہے کیا چاہتی ہے اس کا اظہار اس نے کبھی نہیں کیا تھا۔ حالانکہ باقی سب لڑکیاں بڑے آرام سے آئیڈیل اور خوابوں کی باتیں کرتی تھیں پھر اس سے بھی پوچھتیں اور وہ ہمیشہ کترا جاتی۔

"میں کوئی خواب واب نہیں دیکھتی نہ آئیڈیل پر یقین رکھتی ہوں۔ دیکھا نہیں کیسے بے خبری کی نیند سوتی ہوں اور مجھے تو نیند والے خواب بھی یاد نہیں رہتے۔"

وہ بے زاری اور بے نیازی سے کہتی تھی لیکن اس میں سچائی نہیں تھی اور جانے کیوں وہ سچ کہنے سے ڈرتی تھی۔ بہرحال اس وقت اس کی عجیب حالت تھی۔ اذعان کی باتوں اور وارفتہ نگاہوں نے اس کے اندر ہلچل مچادی تھی۔ اپنے کمرے میں آکر بھی کتنی دیر وہ مزید چھپنے کی کوشش کرتی رہی۔ کبھی واش روم میں بند ہوتی کبھی الماری میں سر گھسا کر کھڑی ہو جاتی۔ جب دھڑکنیں معمول پر آئیں تب وہ کتابیں لے کر بیٹھ گئی۔

رات میں سب کزنز شور مچاتے ہوئے آئے تو وہ نہ صرف چونکی بلکہ حیران بھی ہوئی کہ اسے پتا ہی نہیں کہ سب کب اور کہاں گئے تھے اور اسے کیوں نہیں ساتھ لے گئے۔

"اتنی فالتو ہوں میں۔" وہ دکھ سے سوچتی کتابیں سمیٹ کر اٹھی تھی کہ مریم، عفت اور سدرہ اندر آگئیں۔ وہ خشمگیں نظروں سے باری باری تینوں کو دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا، ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟" سدرہ نے ٹوکتے ہوئے اس کی تھوڑی پکڑ کر ہلائی تو وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر بولی۔

"بات مت کرو مجھ سے۔ اکیلے اکیلے گھومنے جاتی ہو۔"

"اکیلے کہاں سب ساتھ تھے۔ البتہ تم یہاں نہیں تھیں۔" عفت نے اس کا مطلب سمجھ کر کہا۔

"ہاں تو مجھے کیوں نہیں لے گئیں۔" وہ لڑنے پر آمادہ ہو گئی۔

"ایمان سے، ہم تو تمہیں ڈنڈا ڈولی کر کے لے جانے کو تیار تھیں لیکن تمہارے کپڑے اتنے گندے ہو رہے تھے کہ دیکھ کر گھن آنے لگی 'اف کیسے سو رہی تھیں مٹی میں لت پت۔"

سدرہ نے بری سی شکل بنا کر جھرجھری بھی لی تو وہ جز بز ہونے لگی۔ کہاں لڑنے کو تیار تھی الٹا پھنس گئی کہ اب سب اس کے حلیے کو نشانہ بنائیں گی۔ لیکن بھلا ہو مریم کا جس نے بات بدل دی۔

"سنو، کل سے کالج جانا ہے۔"

"ارے ہاں، بہت مستیاں کرلیں اب پڑھائی ہونی چاہیے امتحان بھی قریب ہیں۔" عفت کہتے ہوئے یوں بھاگی جیسے ابھی تیاری کرنے بیٹھ جائے گی۔

"میرا تو یونیفارم بھی پتا نہیں۔" اس نے بڑھ کر الماری کھول لی اور ہینگر پر استری شدہ یونیفارم دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی تھی۔

☼ ☼ ☼

آج پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ کالج سے آکر وہ سوئی نہیں تھی۔ جبکہ باقی سب کھانے کے بعد قیلولہ کے لیے اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے اور وہ بھی سب کو دکھانے کے لیے پہلے تو اپنے کمرے میں ہی گئی تھی۔ پھر جب ہر طرف خاموشی چھا گئی تو وہ دبے پاؤں پچھلی طرف برآمدے میں نکل آئی۔ برآمدے سے آگے چھوٹا سا لان تپتی دوپہر میں اجاڑ پڑا تھا۔ یوں بھی اس طرف کی صفائی ستھرائی کا خیال کبھی کبھار ہی کسی کو آتا تھا اور صرف خیال ہی آتا تھا اس پر عمل نہیں ہوتا تھا۔ جب بڑے بھائیاں تھے تو ان کی زیادہ تر بیٹھک یہیں ہوتی تھی اور کیونکہ وہ بہت تنہائی پسند تھے اس لیے کسی کو ادھر آنے نہیں دیتے تھے۔ پہلے ان کے ڈر سے سب اس طرف آنے سے کتراتے تھے پھر تو جیسے گھر کا یہ حصہ کسی کو یاد ہی نہیں رہا۔ اس نے بھی جانے کتنے عرصے بعد ادھر قدم رکھا تھا۔ خاموش، پراسرار ماحول میں عجیب سا خوف دل میں گھر کرنے لگا تھا۔ اور واپس جانے کو تھی کہ اذعان کو آتے دیکھ کر غیر محسوس طریقے سے اس کی طرف سے رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔

"شکریہ۔" اذعان نے قریب آکر اس کے کان میں سرگوشی کی تو وہ پیچھے ہٹ کر خائف نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"سوری، مجھے آنے میں کچھ دیر ہوئی۔ اصل میں مجھے یقین نہیں تھا کہ تم آؤ گی۔ میرا مطلب ہے یہ تمہارے سونے کا وقت ہے ناں اور میں یہ سوچ کر شش و پنج میں رہا کہ..." وہ صفائی میں بولتے ہوئے اچانک سٹپٹا گیا کیونکہ وہ شاکی نظر آنے لگی تھی۔

"میں واقعی بہت برا ہوں۔" قدرے توقف سے وہ سر کھجاتے ہوئے پھر گویا ہوا۔ "اپنے آپ پتا نہیں کیا کچھ فرض کر لیا۔ مجھے تمہارا یقین کرنا چاہیے تھا۔ آئندہ ایسا ہی ہو گا میں تمہاری ہاں کو ہاں ہی سمجھوں گا۔"

"آئندہ کی بات چھوڑو، ابھی بتاؤ یہاں کیوں بلایا ہے مجھے۔" اس نے بہت کوشش سے خود کو نارمل ظاہر کیا تھا۔

"کیونکہ میں تم سے ڈھیر ساری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ دل کی باتیں جو صرف اس سے کی جاتی ہیں جسے دل اپنا مان لے۔"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ تم یہاں ٹریننگ کے لیے آئے ہو۔" وہ ستون کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ اصل میں اس کی بےباکی سے پریشان ہو گئی تھی۔

"اس بات سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" وہ نہ سمجھتے ہوئے کچھ الجھ بھی گیا تھا۔

"سیدھی سی بات ہے تم یہاں کچھ عرصے کے مہمان ہو اور پتا نہیں دوبارہ کبھی یہاں آؤ گے بھی کہ نہیں۔" اس نے سادگی سے خدشہ بیان کر دیا۔

"کیوں نہیں آؤں گا۔ اب تو میں صرف تمہارے لیے آؤں گا اور جب جب تم بلاؤ گی۔ پھر ایک دن تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔" وہ روانی سے بولتا ہوا اس کے قریب آگیا پھر اس کی آنکھوں میں جھانک کر پوچھنے لگا۔

"چلو گی ناں میرے ساتھ؟" اس نے نظریں جھکا کر آہستہ سے نفی میں سر ہلایا تو وہ بے تابی سے بولا۔

"ایسے مت کرو، میرا دل بند ہو جائے گا۔"

"مجھے جانے دو۔" اس نے کسمسا کر کہا تو وہ آزردگی سے بولا۔

"کیا واقعی میں تمہیں اچھا نہیں لگتا؟"

"یہ میں نے کب کہا؟" وہ بے ساختہ کہہ کر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا گئی۔ اذعان کو گویا زندگی مل گئی تھی۔ فوراً اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"اب مجھے اعتراف کر لینے دو کہ تم پہلی نظر میں ہی مجھے بہت اچھی بہت اپنی لگی تھیں، تمہاری سوئی سوئی آنکھوں نے میرا قرار لوٹ لیا تھا اور اسی وقت میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ میری زندگی میں بہار صرف تم سے ہو گی۔"

"بس کرو، شاید کوئی آ رہا ہے۔" اس نے گھبرا کر اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچا اور اس سے پہلے کہ وہ اس کا راستہ روکتا، وہ تیز قدموں سے اندر چلی آئی۔ ابھی پوری دوپہر پڑی تھی۔ وہ آرام سے سو سکتی تھی لیکن جب آنکھوں میں کوئی پیار کے دیپ جلا دے تو پھر نیندیں رخصت ہو جاتی ہیں۔ وہ بھی ترس گئی۔ کروٹیں بدل بدل کر بدن دکھنے لگا تب جھنجلا کر بستر چھوڑ دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

اس کی صرف روٹین ہی نہیں وہ خود بھی سراپا بدل گئی تھی۔ اب نہ وہ لمبی نیندیں تھیں، نہ لاپرواہیاں اور نہ کاہلی اور اس تبدیلی پر جہاں سب حیران تھے وہاں مریم عفت اور سدرہ مشکوک کہ وہ جو کسی کام کے لیے

اٹھنے میں گھننہ لگاتی تھی۔ وہ اب منٹوں میں کیسے نمٹا دیتی ہے اور اس کی نیندیں کون چرا لے گیا۔ کتنے مزے سے شام ڈھلے تک سوتی تھی اب تو پوری دوپہر چکراتی پھرتی۔ اس وقت کتاب گود میں رکھے جانے کن سوچوں میں گم تھی۔ سدرہ نے مریم کو کہنی مار کر اس کی طرف اشارہ کیا پھر سرگوشی میں بولی۔

"مجھے تو دال میں کالا لگ رہا ہے۔"

"ہوں!" مریم کی نظریں اس پر ٹکی تھیں پرسوچ انداز میں ہوں کی آواز نکالی پھر ایک دم چونک کر سدرہ کو دیکھنے لگی۔

"لگتا ہے گوڈے گوڈے ڈوب چکی ہے۔" سدرہ نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"ہاں۔ لگ تو یہی رہا ہے لیکن کس کے ساتھ؟"

"پوچھتی ہوں۔" سدرہ اٹھی پھر اس کے سامنے بیٹھ کر دھم سے گری تو وہ اچھل کر بگڑی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟"

"اور جو تم کر رہی ہو' اسے کیا کہتے ہیں؟" سدرہ نے الٹا چمک کر ٹوکا۔

"میں۔۔میں کیا کر رہی ہوں۔" وہ بالکل نہیں سمجھی' ادھر سے مریم نے لقمہ دیا۔

"پتا نہیں یہ تو تم ہی بتا سکتی ہو۔"

"کیا؟" وہ پھر اچھلی۔

"بس بس زیادہ ایکٹنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سچ سچ بتاؤ' اصل بات کیا ہے؟" مریم نے باقاعدہ رعب جھاڑتے ہوئے پوچھا تو وہ برا مان گئی۔

"تم دونوں کا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔"

"تو پھر یہ سب کیا ہے میرا مطلب ہے تمہارے اندر جو اتنی بڑی بڑی تبدیلیاں آئی ہیں کس کے کارن؟" سدرہ سراپا سوالیہ نشان بن گئی۔

"کون سی بڑی بڑی تبدیلیاں آئی ہیں مجھ میں؟" وہ اندر سے بوکھلائی ضرور تھی مگر مجال ہے جو کچھ ظاہر ہونے دیا ہو۔

"اب یہ بھی ہم بتائیں؟" مریم اور سدرہ ایک ساتھ بولی تھیں۔

"چلو مت بتاؤ۔" اس نے بے نیازی سے کندھے اچکائے۔

"تم بھی مت بتاؤ ہم خود ہی جان لیں گے کہ تم بیٹھے بیٹھے کس کے خیالوں میں کھو جاتی ہو۔"

مریم نے کہا اور سدرہ کا ہاتھ کھینچتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

"اف!" اس نے ان کے جانے پر گہری سانس کھینچی پھر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر ہنسی تھی۔

پھر وہ اور زیادہ محتاط ہو گئی۔ کیونکہ جانتی تھی کہ سدرہ تو باقاعدہ اس کی ٹوہ میں لگ گئی ہو گی' اور یہ نہیں تھا کہ وہ اعتراف سے ڈرتی تھی بس اسے یہ پسند نہیں تھا کہ وقت سے پہلے کوئی فسانے بنیں اور یہ بات اس نے اذعان سے بھی کہہ دی تھی کہ گھر والوں کے سامنے کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے خصوصاً لڑکیوں کے شک کو تقویت ملے۔ اس وقت وہ ایسی ہی بات کر رہی تھی کہ اذعان اسے روک کر کہنے لگا۔

"تم چھپنا چاہتی ہو جبکہ میں سوچ رہا ہوں ابھی بی بی جان سے بات کر لوں۔"

"کیا بات؟" وہ سمجھی نہیں تھی۔

"یہی کہ تم مجھے اچھی لگتی ہو۔" اذعان نے مسکرا کر کہا تو وہ پریشان ہو گئی۔

"یہ تم بی بی جان سے کہو گے۔"

"پھر کس سے تمہاری امی یا ابا سے کہوں؟" اذعان نے حد درجہ معصومیت ظاہر کی تو وہ دانت پیس کر بولی۔

"کسی سے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی' کسی سے کہوں گا نہیں تو بات آگے کیسے بڑھے گی؟" اس کا انداز ہنوز تھا۔

"تم بات آگے بڑھاؤ گے کیوں' تمہارے اماں ابا میرا مطلب ہے ان کے علم میں لائے بغیر یہ کیسے ممکن ہے؟"

"کیوں ممکن نہیں ہے۔ میں آج ہی اماں کو فون کر دیتا ہوں کہ یہاں مجھے وہ لڑکی مل گئی ہے جس کی مجھے تلاش تھی اور اب میں اسے کھونا نہیں چاہتا مجھے یقین

ہے اماں میری بات سن کر خوش ہو جائیں گی اور کہیں گی بس اسے ساتھ لے کر آجاؤ۔ چلو گی ناں۔"

وہ روانی سے بولتے ہوئے آخر میں دلکشی سے مسکرایا تھا۔ وہ گردن موڑ کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اصل میں سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ سچ کہہ رہا ہے یا مذاق کر رہا ہے۔

"ارے تم تو ابھی سے اداس ہو گئیں۔ بھئی پاک پتن کوئی اتنی دور نہیں ہے۔ میں جلدی جلدی تمہیں یہاں ملانے لے آیا کروں گا۔" وہ اس کے بالوں کی لٹ کھینچ کر بولا۔

"عجیب ہو تم اپنے آپ پتا نہیں کیا کیا بولے چلے جاتے ہو۔" اس نے سر جھٹکا۔

"کیا کچھ غلط...؟"

"مجھے نہیں پتا۔" وہ تیزی سے واپس پلٹی تو وہ بوکھلا کر اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

"ناراض ہو کر جا رہی ہو۔" وہ اس کا چہرہ دیکھنے لگی جو اس کی ناراضی کے خیال سے بجھ گیا تھا۔

"پلیز۔" ازعان نے مزید ہاتھ جوڑ دیے۔ "ناراض مت ہونا!"

"میں ہو سکتی۔ میں شاید کبھی تم سے ناراض نہیں ہو سکتی۔" وہ دھیرے سے بولی پھر اسے دیکھ کر مسکرائی بھی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ جہاں ازعان کی محبت پا کر خوش تھی وہاں اس کی واپسی کا خیال آزردہ بھی کر دیتا تھا۔ گو کہ وہ ہر بار اسے یقین دلاتا تھا کہ وہ جاتے ہی اپنی اماں اور ابا کو بھیجے گا پھر بہت جلد اسے اپنا کر ساتھ لے جائے گا اور اسے اس بات کا یقین بھی تھا۔ بس دل جو سودائی ہو گیا تھا' اسے اب چند دنوں کی دوری بھی گوارا نہیں تھی۔ اس وقت چائے بناتے ہوئے وہ اسی خیال سے آزردگی میں گھری یوں دھیرے دھیرے کپ میں چمچ چلا رہی تھی جیسے وقت کو روک دینا چاہتی ہو۔ لیکن وقت بھی کبھی رکا ہے۔ اگلے چند دن تو مزید جیسے پر لگا کر اڑ گئے۔

اس روز ازعان کی واپسی تھی اور وہ بولائی بولائی رہی تھی۔ پھر دوپہر میں موقع ملتے ہی پچھلے صحن میں گئی۔ ازعان پیپل کی چھاؤں تلے کھڑا اسی کا انتظار کر رہا تھا وہ اس سے قدرے فاصلے پر رک کر بے حد خاموش نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے؟" ازعان نے قریب آکر دھیرے سے ٹوکا اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"میں جانتا ہوں' میرے جانے سے پریشان ہو۔" وہ خود ہی کہنے لگا۔ "لیکن یہ تو طے تھا اور پھر میں جاؤں گا تو اماں ابا آئیں گے ناں۔ بس تھوڑے دنوں کی بات ہے۔"

"میں نے کچھ کہا ہے۔" وہ اس کے تسلی دینے پر روٹھے لہجے میں بولی تھی۔

"تو کہو ناں۔" ازعان کے لہجے میں بے قراری سمٹ آئی تھی۔ جانے اس سے کیا کچھ سننا چاہتا تھا۔

"کیا کہوں' تم شاید مجھ سے اعتراف چاہتے ہو۔" اس کی نظریں فرش پر بکھرے خشک پتوں پر بھٹکنے لگیں پھر اس نے جھک کر چند خشک پتے اٹھائے اور ہتھیلی پر رکھ کر اس کے سامنے کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"تم سے پہلے میری زندگی ایسی ہی تھی۔ خشک بے جان۔ میرے اندر کوئی امنگ' کوئی ترنگ نہیں جاگتی تھی۔ بے زاری خود سے بے نیاز ہر ایک کے مذاق کا نشانہ بنتی پھر بھی کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ میں اس گھر کی دوسری لڑکیوں کی طرح بن جاؤں۔ پتا نہیں میرے نزدیک زندگی کیا تھی شاید میں نے کبھی سوچا بھی نہیں لیکن اب سوچتی ہوں تو حیران ہوتی ہوں۔"

اس کی آنکھیں کسی سوچ میں ڈوبی تھیں اور ہونٹوں پر ایک پل کو مسکراہٹ چھب دکھلا کر غائب ہو گئی۔ جبکہ وہ ایک ٹک اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"بہر حال۔" وہ خود ہی چونکی ہلکے سے مسکرائی پھر گویا ہوئی۔ "اصل بات یہ ہے کہ تم نے مجھے' میری زندگی' میری دنیا ہی بدل ڈالی۔ میرے دل کی زمین پر اپنی محبت کا بیج بو کر تم نے مجھے سرسبز و شاداب کر دیا ہے۔" اس نے ہتھیلی پر رکھے خشک پتے ہوا میں

"لیکن میرے دل کو تو وہ سوئی سوئی لڑکی زیادہ بھائی تھی۔" ازعان نے مسکرا کر اول دن یاد دلایا پھر پوچھنے لگا۔

"کیا میرے جانے کے بعد تم پھر...؟"

"نہیں۔" وہ فوراً بول پڑی۔ "اب نیندیں میری نہیں ہیں۔"

"پھر کس کی ہیں؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکنا چاہتا تھا لیکن وہ پلکیں جھکا گئی تب وہ اس کا ہاتھ تھام کر پوچھنے لگا۔ "کتنا یاد کرو گی مجھے؟"

"ہر پل اور تم؟" ازعان نے شرارت سے دیکھا اور اس کے اثبات میں سر ہلانے پر زور سے ہنس دیا۔

اور پھر اس شام ازعان چلا گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

ازعان کیا گیا۔ اس کا ہر بات ہر کام سے دل اچاٹ ہو گیا۔ لیکن اس نے کیونکہ دل کے معاملے میں بہت احتیاط برتی تھی اس لیے اب پہلے سے زیادہ اسے محتاط رہنے کی ضرورت تھی اور اس کی ساری توانائیاں اسی بات پر صرف ہو رہی تھیں کہ اس کی آزردگی ظاہر نہ ہو۔ بہت حد تک وہ اپنی کوشش میں کامیاب بھی تھی۔ کسی کام میں دل نہ لگنے کے باوجود زبردستی خود کو مصروف رکھتی تھی۔ اس وقت پائپ لگائے پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ گو کہ ابھی شام نہیں اتری تھی۔ شرقی دیوار پر سورج کی شعاعیں چمک رہی تھیں۔ وہ پائپ گھسیٹتی ہوئی وہاں تک پہنچی تو نارنجی شعاعیں اس کے بال اور پیشانی چومنے لگیں۔ پائپ کیاری میں پھینک کر سیدھی کھڑی ہوئی تو آنکھیں چندھیا گئیں۔ تب ہی برآمدے سے سدرہ اسے پکار کر بولی۔

"رابعہ! تمہارا فون ہے۔"

"کون ہے؟" وہ بھاگتی ہوئی آئی تھی۔

"فرزانہ۔" سدرہ اس کی دوست کا نام لے کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"فرزانہ کو اس وقت میری یاد کیسے آگئی؟" وہ سوچتے ہوئے لابی میں آگئی اور ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا تو ادھر سے پوچھا گیا۔

"آپ رابعہ ہیں؟"

"جی آپ کون؟" وہ اجنبی آواز پر الجھ گئی۔

"میں فرزانہ ہوں' ازعان بھائی کی بہن۔" اس تعارف نے اس کے اندر ہلچل مچا دی۔ کچھ گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا پھر آواز دبا کر پوچھا۔

"کیسی ہو تم؟"

"میں ٹھیک ہوں اور میں بہت دنوں سے آپ کو فون کرنے کا سوچ رہی تھی لیکن میری ہمت نہیں ہو رہی تھی۔" فرزانہ نے قدرے رک رک کر کہا تو اس کے اندر سے تو ایسے ہی ہنسی پھوٹ رہی تھی جو اس کی آواز میں نمایاں محسوس ہوئی۔

"ارے کیوں کیا ازعان نے مجھے بہت خونخوار بتایا ہے؟"

"نہیں۔ انہوں نے مجھے آپ کے بارے میں سب کچھ بتایا ہے اور اب میں آپ کو ازعان بھائی کے بارے میں بتانا چاہتی ہوں۔" فرزانہ کی حد درجہ سنجیدگی اسے بری طرح محسوس ہوئی۔

"ک۔ کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"جو بھی ہے' ازعان بھائی کو آپ کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ انہیں اس بات کا احساس نہیں ہے لیکن میں سمجھتی ہوں۔" فرزانہ پتا نہیں کیا کہنا چاہ رہی تھی۔ وہ نا سمجھ کر بھی ٹھٹکی تھی۔

"تم کیا کہہ رہی ہو؟ کس بات کا احساس نہیں ہے ازعان کو؟"

"انہوں نے آپ کے ساتھ مذاق کیا ہے۔ میں آپ کو کیسے بتاؤں۔ بس آپ یہ سمجھ لیں کہ ازعان بھائی کو آپ سے محبت نہیں ہے۔" فرزانہ کا مجرمانہ انداز ظاہر کر رہا تھا جیسے خود اسے ازعان کی اس حرکت سے بہت تکلیف پہنچی ہو۔

"محبت نہیں ہے۔" اس کا ذہن ماؤف ہونے لگا۔

"اصل میں بھائی آپ کی بے حسی توڑنا چاہتے تھے۔ جس کے لیے انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا۔ میرا مطلب ہے محبت کا ناٹک اور وہ خوش ہیں کہ آپ کے

احساسات کو چھیڑ کر وہ آپ کی بےزاری اور بے حسی توڑنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ان کا بس یہی مقصد تھا اور کچھ بھی نہیں۔" فرزانہ اب روانی سے اس پر واضح کر رہی تھی۔

"آپ پلیز اس بات کو سیریس نہ لیں۔ میں سمجھتی ہوں۔ انہوں نے بہت غلط کیا۔ اس لیے آپ کو بتانا ضروری سمجھا۔ ہیلو آپ سن رہی ہیں ناں!" اور وہ سب سن رہی تھی جب ہی تو اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ آنکھوں میں جیسے مرچیں بھر گئی تھیں۔

وہ بمشکل خود کو گھسیٹتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے بہت اونچائی سے اسے دھکا دے دیا ہو اور ایسا ہی تو تھا۔ وہ سچ مچ کھائی میں آن گری تھی۔ اس کی ہستی کا غرور ریزہ ریزہ ہو گیا تھا۔ اس رات وہ تکیے میں منہ چھپا کر بہت روئی۔ اس کا رونا اس فریبی کے لیے نہیں تھا۔ وہ اپنے آپ پر رو رہی تھی کیونکہ وہ اپنی ہی نظروں میں بے وقعت ہو گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

پھر کتنے بہت سارے دن گزر گئے۔ وہ بہت شوخ اور باتونی تو پہلے بھی نہیں تھی۔ اب مزید چپ لگ گئی تھی۔ فارغ وقت میں مریم، سدرہ اور عفت دنیا جہاں کے قصے اور ہنسی مذاق کر رہی ہوتیں اور وہ ان کے درمیان ہونٹ بیے بیٹھی رہتی۔ جس پر سب سے زیادہ سدرہ کو کوفت ہوتی اور اسے ٹوکتی بھی لیکن اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا تھا۔ کبھی کبھی تو اس کا دل چاہتا وہ پھر پہلے جیسی بن جائے۔ کامل اور حد درجہ بے نیاز لیکن اب وہ اپنے دل کی نہیں مان سکتی تھی کہ کہیں پھر نہ کوئی اسے اپنے لیے چیلنج بنا لے۔ اس لیے بھی وہ خود پر بہت جبر کر رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ آخری پیپر دے کر لوٹی تو اس کا خیال تھا آج وہ لمبی تان کر سوئے گی، سدرہ نے تو کھانے پر ہی اعلان کر دیا تھا کہ اسے کوئی نہ اٹھائے، وہ گزشتہ دنوں کی نیند آج پوری کر لے گی، وہ بھی اسی ارادے سے اپنے کمرے میں آئی تھی لیکن بس پانچ منٹ ہی لیٹ سکی پھر گھبرا کر کمرے سے نکل آئی۔

اب کرنے کو کچھ نہیں تھا۔ حالانکہ امتحانوں میں کتنے کام یاد آتے تھے اب وہ سب غیر ضروری لگ رہے تھے۔ وہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر بلا ارادہ پچھلے برآمدے میں آ گئی جو اس کے دل کی طرح اجاڑ ویران پڑا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے مجھے؟" وہ بے پناہ آزردگی میں گھر گئی۔ ایک بات کو خود پر طاری کر لیا ہے۔ جی کا روگ بنا لیا ہے۔ میں ایسی تو نہ تھی۔ اب تو لگتا ہے جیسے مجھے خود پر اختیار ہی نہیں رہا۔ کتنا چاہتی ہوں کہ سب بھول جاؤں لیکن... اس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئیں۔

شاید محبت کا دوسرا نام بے اختیاری ہے۔ لیکن محبت تھی کہاں، وہ تو مجھ سے کھیل کھیل رہا تھا۔ کیا سچ مچ وہ۔ اس کی دھندلائی آنکھوں میں وہ منظر آن ٹھہرا جب یہیں اسی جگہ اس نے اعتراف کیا تھا۔ اس کے لہجے میں جذبوں کی سچائیاں تھیں پھر وہ مکر کیسے گیا؟

"بے ایمان، دھوکے باز! جتا کیا ہے اپنے آپ کو، ایسے فریبی کو میں اب کبھی نہیں سوچوں گی۔ کبھی نہیں۔ اگر زندگی میں کبھی دوبارہ سامنا ہوا تو اسے پہچانوں گی بھی نہیں۔ ہاں یہی کرنا چاہیے مجھے۔ وہ جو کہیں اپنے دوستوں میں بیٹھا میرا مذاق اڑا رہا ہو گا کہ کیسے اس نے مجھے بے وقوف بنایا تو وہ خود مذاق بن جائے گا۔" وہ کبیدہ خاطر سی اپنے آپ کو تسلی بھی دے رہی تھی۔

پھر شام میں اس نے معمول کے مطابق چائے بنائی اور چھوٹی ٹرے میں چائے کے ساتھ بسکٹ رکھ کر بی بی جان کے کمرے میں آئی تو ایک پل کو اس کے قدم ٹھٹھک گئے کیونکہ بی بی جان کے ساتھ وہی ستمگر بیٹھا تھا جو اسے دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے ہوئے مسکرایا بھی تھا۔

"میرے خدا!" اس کا دل ڈوبنے لگا۔ لیکن فوراً سنبھل کر آگے بڑھی اور بی بی جان کے سامنے ٹرے رکھ کر تیزی سے واپس پلٹی تھی کہ بی بی جان اسے پکار کر بولیں۔

"رابعہ! ازعان کے لیے بھی چائے لے آؤ۔"

"ابھی نہیں بی بی جان! میں پہلے شاور لوں گا۔" ازعان بی بی جان سے کہہ رہا تھا اور وہ مزید ہدایت سننے کے لیے رکی نہیں تیزی سے باہر نکل آئی۔

ابھی دوپہر میں ہی تو وہ خود سے عہد کر رہی تھی کہ وہ اسے پہچانے گی بھی نہیں اور اس وقت اسے یہ گمان بھی نہیں ہوا کہ اتنی جلدی دوبارہ سامنا ہو جائے گا۔ خود کو اپنے عہد پر پابند رکھنے کے لیے کچھ وقت تو چاہیے تھا۔

"یہ مکار ضرور میرا تماشا دیکھنے آیا ہے۔" وہ ٹہل ٹہل کر سوچ رہی تھی۔ اس کی بہن نے اسے بتا دیا ہو گا کہ وہ اس کا پول مجھ پر کھول چکی ہے۔ اب یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ میں اس کے غم میں پاگل ہو گئی ہوں یا زندگی ہی سے ہاتھ دھو بیٹھی ہوں۔

"کمینہ لوفر... ہونہہ!" وہ بری طرح سلگ رہی تھی۔ پھر فرار کی خاطر نہیں بلکہ اسے غیر اہم جتانے کا سوچ کر وہ امی کے پاس آ کر کہنے لگی۔

"امی! مجھے نانی اماں کے گھر جانا ہے۔"

"چلی جانا بیٹا! اب تو امتحانوں سے فارغ ہو گئی ہو۔" امی نے سہولت سے کہا۔

"چلی جانا نہیں۔ ابھی بس ابھی جانا ہے۔" وہ اچانک اڑ گئی تو امی اسے دیکھنے لگیں۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں۔ کہیں کسی سے مجھے چھوڑ آئیے۔" وہ پھر ضدی پن سے بولی۔

"میں کس سے کہوں؟"

"ذیشان یا آصف بھائی۔ چلیں، وہ آپ کی بات نہیں ٹالیں گے۔" وہ زبردستی امی کو کمرے سے نکال لائی۔

پھر جب وہ ذیشان کے ساتھ جا رہی تھی تب اس کا دل مچلنے لگا کہ ایک بار اسے دیکھ لے لیکن اس نے دل کی ایک نہیں سنی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ ہمیشہ چھٹیوں میں اپنی نانی اماں کے گھر رہنے جایا کرتی تھی، اس لیے کسی کو اس کے جانے پر اچھنبا نہیں ہوا بس سدرہ جھنجلائی تھی۔

"سارا پروگرام خراب کر دیا اس نے۔"

"کیسا پروگرام؟" مریم متجسس ہوئی۔

"میں نے سوچا تھا، آج رات میں ہم چاروں کارڈز کھیلیں گے۔ ایمان سے پڑھ پڑھ کے بور ہو گئی ہوں۔" سدرہ نے کہا تو عفت نے فوراً اس کی تائید کی۔

"یہ تو تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو۔ خیر رابی نہیں ہے تو کیا ہوا ہم تینوں کھیلیں گے۔ کیوں مریم؟"

"ہاں لیکن رابعہ کے بغیر مزہ نہیں آئے گا، ہماری چیٹنگ پر جب وہ حیران ہو ہو کر ایک ایک کی شکل دیکھتی ہے تو کتنی احمق لگتی ہے۔" مریم نے کہا پھر تینوں ہنسنے لگیں۔ تب ہی ازعان ان کے قریب آ کر رک گیا۔

"کچھ چاہیے؟" مریم نے فوراً ہنسی روک کر اس سے پوچھا۔

"جی اجازت۔" اس نے ابھی اسی قدر کہا تھا کہ سدرہ بے ساختہ بول پڑی۔

"اوکے۔ اللہ حافظ۔"

"جی!" وہ ہونق ہو کر ایک ایک کی شکل دیکھنے لگا، تب مریم کھلکھلائی اور سدرہ کو کہنی مار کر کہنے لگی۔

"اوہو! پہلے اس کی پوری بات تو سنو۔ ہاں کیا کہہ رہے ہو ازعان؟"

"وہ میں یہ کہہ رہا تھا کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں یہاں بیٹھ جاؤں۔" اس نے سنبھل کر کہا۔

"ارے اس میں اجازت کی کیا بات ہے۔ بیٹھو۔" مریم نے چیئر کی طرف اشارہ کیا پھر سدرہ کو گھور کر دیکھا جو ہنسی ضبط کر رہی تھی۔

"شکریہ۔" وہ خاصے مؤدب انداز میں بیٹھ گیا تو وہ تینوں جو اس سے پہلے نان اسٹاپ بولے جا رہی تھیں، بالکل خاموش ہو گئیں جس سے وہ اپنے آپ میں خجل

ہونے لگا۔

"سوری۔ میں شاید آپ کی پرائیویسی میں مخل ہوا ہوں۔"

"بالکل نہیں۔ ہماری کوئی پرائیویسی نہیں ہے۔ ہم ہر بات علی الاعلان کرتے ہیں۔" سدرہ نے باقاعدہ فخریہ انداز اختیار کیا تھا۔

"یہ تو اچھی بات ہے۔" وہ کچھ کھسیانی ہنسی ہنسا تھا۔ پھر پوچھنے لگا۔ "آپ کی وہ چوتھی کزن نظر نہیں آ رہیں وہ جو ہر وقت سوتی رہتی ہیں۔"

"ہیں نہیں تھیں۔" عفت زور دے کر بولی تھی۔

"کیا مطلب؟ کل تو میں نے انہیں دیکھا تھا۔" وہ حیرت سے بولا۔

"ارے آپ کیا سمجھے گزر گئی۔" سدرہ زور سے ہنسی۔

"نہیں وہ..." وہ بوکھلا گیا۔

"تم لوگ بھی بس۔" مریم نے سدرہ کے گھٹنے پر ہاتھ مار کر ٹوکا پھر ازعان سے کہنے لگی۔ "بھئی اس کا مطلب ہے وہ پہلے بہت سوتی تھی اب نہیں سوتی۔"

"ہاں۔ بے چاری تھک چکی ہے سوسو کے یا شاید اسے احساس ہو گیا ہے کہ آدھی سے زیادہ زندگی تو اس نے سونے میں گزار دی اور شکر ہے کہ ابھی احساس ہو گیا ہے ورنہ پرائے گھر جا کر تو اس نے خاندان کی ناک ہی کٹوانی تھی۔" عفت ایک ہی سانس میں اتنی لمبی بات کہہ گئی اور اس سے پہلے کہ سدرہ اس بات کو مزید طول دیتی وہ فوراً بول پڑا۔

"ہے کہاں وہ؟"

"چھٹیاں منانے گئی ہے اپنی نانی اماں کے گھر۔" سدرہ نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا۔

"کاش میری بھی نانی اماں ہوتیں۔" مریم نے لمبی آہ بھری۔

"میری تو ہیں۔ لیکن توبہ میں تو کبھی نہ جاؤں خاص طور سے چھٹیاں منانے۔ اتنا بولتی اور ہر بات میں ٹوکتی ہیں جب ہی تو نانا ابا سدھار گئے۔"

یہ عفت تھی اور وہ اندر ہی اندر بری طرح جھنجلانے لگا کہ عجیب لڑکیاں ہیں۔ وہ ایک ذرا سی بات پوچھتا ہے اور یہ سب اپنی اپنی ہانکنے لگتی ہیں۔ سوچا اٹھ کر چلا جائے لیکن پھر اس کے بارے میں کس سے پوچھتا، یہی سوچ کر پھر ہمت کی۔

"واپس کب آئیں گی وہ...؟"

"کون رابعہ؟ جب اس کا دل چاہے گا۔ آج بھی آ سکتی ہے ایک مہینے بعد بھی۔ آخر نانی اماں کے گھر گئی ہے۔ ویسے آپ اس کے بارے میں اتنے...؟"

سدرہ نے مشکوک انداز میں بات ادھوری چھوڑ دی تو جہاں وہ بری طرح سٹپٹایا، وہاں مریم اور عفت پوری طرح متوجہ ہو گئی تھیں۔

"اصل میں انہوں نے پاک پتن سے تبرک منگوایا تھا۔" وہ بمشکل بات بنا سکا۔

"تو آپ لے آئے ہیں؟" سدرہ نے فوراً پوچھا۔

"نہیں۔ میں اصل میں اتنی ایمرجنسی میں وہاں سے نکلا کہ...!"

"چلیں کوئی بات نہیں۔ اگلی بار آئیے گا تو لے آئیے گا۔" سدرہ نہیں سن کر ہی بددل ہو گئی تھی جب ہی اس کی پوری بات نہیں سنی۔

"جی ضرور۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

☼ ☼ ☼

وہ جو ہمیشہ نانی اماں کے گھر بہت شوق سے اور خوش رہتی تھی اب اس قدر بے کل پھرتی تھی۔ سارا وقت سوچتی رہتی کہ وہ کیوں آیا ہے اور ابھی تک یہیں ہے یا واپس چلا گیا ہے کو کہ روزانہ فون پر امی سے بات ہوتی تھی لیکن انہوں نے ازعان کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔ اور اسے خود سے پوچھنا تو ممکن ہی نہیں تھا۔ بہرحال اسے نانی اماں کے گھر آئے دس دن ہو گئے تھے۔

اور کتنے دن وہ وہاں رہ سکتی تھی۔ آمنہ مامی کے اصرار پر تین چار دن مزید اس کے بعد گھر آئی تو اس کی عجیب کیفیت تھی یعنی متضاد۔

دل کہتا وہ ستمگر موجود ہو پھر نفی بھی کرنے لگتا، نہیں اسے نہیں ہونا چاہیے۔ اس طرح نظریں

متلاشی بھی تھیں اور خائف بھی۔ وہ پہلے بی بی جان سے ملی پھر امی سے مل کر اپنے کمرے میں آئی تھی کہ تینوں لڑکیوں نے دھاوا بول دیا۔

"اتنے دن رہ لیں وہاں کیا ہم لوگوں سے اکتا گئی تھیں؟" عفت نے چھوٹتے ہی شکوہ کیا۔

"نہیں۔ میں تو آنا چاہتی تھی لیکن مامی نہیں آنے دے رہی تھیں، زبردستی روک لیا۔" اس نے سادگی سے بتایا۔

"کیوں مامی کی ماموں سے نہیں بنتی؟" سدرہ بے تکا بولنے میں جھجکتی نہیں تھی۔ اس نے قصداً ان سنی کر کے وارڈ روب کھول لی اور بیگ سے کپڑے نکال کر رکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"تم لوگوں نے کوئی پروگرام نہیں بنایا کہیں پکنک پر جانے کا۔"

"ارے یہاں بڑے بڑے پروگرام بن رہے ہیں اور ان پر عنقریب عمل بھی ہونے والا ہے۔" سدرہ یکدم پرجوش ہو گئی۔

"اچھا..... اس نے وارڈ روب بند کر کے تصدیق کے لیے مریم اور عفت کو دیکھا تو سدرہ جھنجلا کر بولی۔

"انہیں کیا دیکھ رہی ہو۔ یہ مشرقی لڑکیاں کچھ نہیں کہیں گی۔"

"اوہو سدرہ تم بھی بس...!" مریم نے سدرہ کو ٹوکتے ہوئے سر جھٹکا۔

"ہاں۔ مجھ میں صبر نہیں ہے۔ پتا ہے رابعہ! مریم کے لیے بہت اچھا پرپوزل آیا ہے۔ جس پر غور کرنے کے بعد بی بی جان ہامی بھرنے والی ہیں۔" سدرہ روانی سے بتانے لگی اور ابھی اس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ اس نے خوشی کا اظہار کیا۔

"سچ، یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔"

"ہاں اور بری خبر یہ ہے کہ بی بی جان، آصف بھائی اور عفت کی نسبت طے کر رہی ہیں۔" سدرہ نے مزید انکشاف کیا تو وہ اچھل پڑی۔

"واقعی۔ لیکن یہ بری خبر تو نہیں ہے۔"

"میرے لیے بری ہے ناں کیونکہ مریم کے بعد میرا نمبر آتا ہے۔" سدرہ کے روٹھے لہجے پر اس کے ساتھ مریم اور عفت بھی ہنس پڑیں۔

"یہ ہنسنے کی بات نہیں ہے۔ بی بی جان کو سمجھنا چاہیے۔"

"بی بی جان سب سمجھتی ہیں۔ اب اگر آصف بھائی نے عفت کو پسند کر لیا ہے تو اس میں ان کا کیا قصور۔" مریم نے کہا۔

"مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔ بس شادی پہلے میری ہونی چاہیے۔"

"ہو جائے گی، فکر کیوں کرتی ہو۔" عفت نے اسے تسلی دی۔

"فکر کیسے نہ کروں، ابھی اگر کوئی رابعہ کو پسند کر لے تو بی بی جان اس کی بھی مجھ سے پہلے کر دیں گی۔ جبکہ یہ مجھ سے پورا ایک سال چھوٹی ہے۔" سدرہ کا پورا منہ پھولا ہوا تھا پھر ایکدم کچھ یاد آنے پر اچھل کر اس سے کہنے لگی۔

"ارے ہاں رابعہ! وہ ازعان تمہارا بہت پوچھ رہا تھا۔" اس نے گھبرا کر مریم اور عفت کو دیکھا پھر انجان بننے کی کوشش میں ہکلا گئی۔

"ک۔ کون ازعان...؟"

"ارے واہ کون ازعان؟ وہی جس سے تبرک منگوایا تھا۔" سدرہ نے ترخ کر کہا۔

"کیا منگوایا تھا؟" وہ حقیقتاً بے حد پریشان ہو گئی تھی۔

"تبرک ملتان سے۔ تم تو بڑی چھپی رستم نکلیں۔ چپکے چپکے مراسم بڑھا لیے اور کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔" سدرہ باقاعدہ اسے لتاڑنے لگی تو وہ روہانسی ہو گئی۔

"یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ مریم دیکھ رہی ہو اسے۔ میں کیوں کسی سے کچھ منگواؤں گی۔"

"تو وہ کیا جھوٹ بول رہا تھا؟"

"مجھے کیا پتا۔" وہ کسی طرح ضبط نہیں کر سکی۔ آنسو روانی سے چھلک گئے تھے۔

"ارے پاگل ہو گئی ہو کیا، روتی کیوں ہو؟" مریم فوراً اٹھ کر اس کے پاس آ گئی اور اسے اپنے ساتھ لگا

کر سدرہ کو ڈانٹنے لگی۔

☼ ☼ ☼

وہ بڑی مشکل سے ازعان کا نمبر حاصل کر پائی تھی اور اس دوپہر جب سب اپنے اپنے کمروں میں بند ہو گئے تب اپنے دل کا غبار نکالنے کے لیے وہ اس کے نمبر پش کرنے لگی۔ تیسری بیل کے بعد اس کی آواز سنائی دی تھی۔

"ہیلو!"

"ازعان!" اس نے تصدیق چاہی۔

"جی ازعان بات کر رہا ہوں۔ آپ کون؟" اس کے شائستہ لہجے پر وہ سلگ کر بولی۔

"میں رابعہ ہوں۔"

"اوہ رابعہ!" اس کی آواز میں جیسے زندگی دوڑ گئی تھی۔ "میں ابھی تمہیں یاد کر رہا تھا۔ کہاں چلی گئی تھیں تم۔ میں صرف تمہاری خاطر آیا تھا۔ صرف تم سے ملنے اور تم...."

"شٹ اپ! میں نے یہ سب سننے کے لیے فون نہیں کیا۔" اس نے چیخ کر دانت پیسے تھے۔

"پھر...؟" وہ غالباً" خائف ہوا تھا۔

"پھر یہ کہ تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا مجھے رسوا کرنے کا۔ میری کزنز سے میری بابت پوچھ کر تم نے اچھا نہیں کیا۔ آئندہ کبھی یہاں مت آنا کیونکہ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ شدید نفرت۔" وہ غصے میں جو منہ میں آیا بولے گئی۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو رابعہ! تمہارے دل میں میں نے اپنی محبت کا بیج بویا تھا' اس میں سے نفرت کی کونپلیں کیسے پھوٹ سکتی ہیں؟" ازعان کے لہجے میں حیرت اور اچھنبا تھا۔

"یہ تم جانو۔" وہ فون رکھنے لگی تھی کہ وہ جیسے سمجھ کر فوراً" بولا تھا۔

"ایک منٹ رابعہ! کیا تم اس لیے ناراض ہو کہ میں نے تمہاری کزنز سے تمہارے بارے میں پوچھ لیا تھا۔ یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے' ظاہر ہے تم نظر نہیں آ رہی تھیں تو مجھے کسی سے تو پوچھنا ہی تھا۔ پھر بھی اگر تمہیں برا لگا ہے تو آئی ایم سوری۔"

"بس کہہ چکے۔" وہ اسے انتہائی غیر اہم ثابت کرنے پر تلی تھی۔

"نہیں۔ ابھی بہت کچھ کہنا ہے۔"

"لیکن مجھے کچھ نہیں سننا۔"

"رابعہ! کیا ہو گیا ہے تمہیں کیوں ایسے کر رہی ہو؟" اس کی عاجزی پر وہ طنز سے گویا ہوئی۔

"کمال ہے میں نے تو تم سے نہیں پوچھا کہ تم نے میرے ساتھ مذاق کیوں کیا۔ میری بے زاری اور بے نیازی سے تمہارا تو کوئی تعلق نہیں تھا ازعان پھر انہیں توڑنے کے لیے تم نے محبت کی آنکھ مچولی کیوں کھیلی۔"

"یہ' یہ تم سے کس نے کہا؟" وہ بوکھلایا تھا۔

"کسی نے نہیں۔ میں خود اول روز سمجھ گئی تھی۔" اس نے کھٹاک سے فون بند کر دیا اور تیزی سے اپنے کمرے میں آ کر رونے لگی۔ کیونکہ اسے اپنے دل پر اختیار نہیں تھا۔ جو اسے برا بھلا کہہ کر پھر اسی کے لیے مچلتا تھا۔

پھر اگلے کتنے دن وہ خود سے لڑتی رہی لیکن بے سود۔ پتا نہیں وہ جاتے جاتے کیا جادو کر گیا تھا کہ اس کے دل سے اس کا خیال جاتا ہی نہیں تھا۔ جہاں ذرا دیر کو فارغ بیٹھتی' وہ آن موجود ہوتا۔ کبھی اس کی آنکھوں میں جھانکتا محسوس ہوتا' کبھی کانوں کے قریب سرگوشیاں کرتا۔ وہ پریشان ہو جاتی۔

اس وقت وہ شام کی چائے لے کر لان میں آئی تھی۔ سب وہیں موجود تھے۔ اس نے چائے کی ٹرے ٹیبل پر رکھ دی اور اپنا کپ لے کر مریم کے پاس بیٹھ گئی۔

"ہاں تو پاک پتن کون کون جائے گا؟" زیشان نے کپ اٹھاتے ہوئے کسی ایک کو مخاطب کیے بغیر پوچھا تو وہ نہ صرف چونکی بلکہ اس کا دل بھی زور سے دھڑکا تھا۔

"اوہو' تم تو ایسے پوچھ رہے ہو جیسے بی بی جان سب کو جانے کی اجازت دے دیں گی۔" اسفر نے زیشان کا مذاق اڑایا۔

"کیوں نہیں دیں گی؟" زیشان نے معصوم بن کر سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"بالکل نہیں اور میرا خیال ہے بڑی امی' منجھلی چچی کے ساتھ ایک دو لڑکے جائیں گے اور وہ دو لڑکے میں تم ہی ہو گے' اس لیے کسی اور سے بلکہ خاص کر لڑکیوں سے پوچھ کر ان کا دل مت جلاؤ۔" اسفر نے تاسف ظاہر کر کے کہا تو سدرہ چمک کر بولی۔

"ہمیں کوئی شوق نہیں ہے پاک پتن جانے کا۔"

"شوق تو مجھے بھی نہیں ہے لیکن جانا چاہیے۔ وہاں کی شادی بھی تو دیکھیں۔" زیشان نے کہا تو وہ جو ایک ایک کی شکل دیکھتے ہوئے یہ جاننے کی کوشش کر رہی تھی کہ بڑی امی وغیرہ پاک پتن یونہی جا رہی ہیں یا کسی خاص مقصد سے۔ شادی کا سن کر بری طرح ٹھٹکی تھی۔ لیکن وہ کوئی سوال کر کے سدرہ کے شک کو ہوا نہیں دے سکتی تھی اس لیے بظاہر انجان بنی دھیرے دھیرے چائے کے سپ لیتی رہی۔

"اب کوئی فرق نہیں ہے یہاں وہاں کی شادیوں میں۔ سب میڈیا کے رنگ میں رنگ گئے ہیں۔ ایک جیسی رسمیں حتیٰ کہ دلہنیں بھی ایک جیسی ہوتی ہیں۔" عفت نے کہا تو پھر سب اسی موضوع پر بولنے لگے۔ وہ دل پر بوجھ لیے وہاں سے اٹھ آئی تھی۔

☼ ☼ ☼

ناشتے کے بعد وہ امی کی الماری سیٹ کرنے کھڑی ہو گئی گو کہ اس کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ امی بہت سلیقہ مند خاتون تھیں اور انہوں نے اسے منع بھی کیا لیکن وہ ان سنی کر گئی۔ اصل میں تو اسے امی سے بات کرنی تھی جو وہ خود کو مصروف رکھ کر ہی کر سکتی تھی تاکہ اپنا آپ عیاں نہ ہونے پائے۔ پہلے اس نے سب کپڑے نکال دیے پھر ترتیب سے رکھتے ہوئے بظاہر سرسری انداز میں پوچھنے لگی۔

"امی! یہ بڑی امی وغیرہ پاک پتن کیوں گئی ہیں؟"

"شادی ہے وہاں بی بی جان کے بھتیجے عباد اللہ بھائی کے بیٹا بیٹی کی۔" امی بیڈ پر بیٹھی اپنے بلاؤز میں ہک لگا رہی تھیں اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے ان کی توجہ اپنے کام سے نہیں ہٹی تھی۔

"بی بی جان کے بھتیجے' کوئی اتنا قریبی رشتہ تو نہیں ہے۔" وہ یونہی تمہید باندھ رہی تھی۔

"کیوں نہیں' تمہارے ابو کے سگے ماموں زاد بھائی ہیں۔"

"تو پھر وہ ولید چچا کی شادی میں کیوں نہیں آئے تھے؟"

"ہو گی کوئی مجبوری لیکن ان کا بیٹا تو آیا تھا۔ وہی جو بعد میں کافی دن یہاں رہا تھا۔" امی نے اپنے تئیں اسے یاد دلایا تو اس نے الماری بند کرتے ہوئے پوچھا۔

"اس کی شادی ہے؟"

"ہاں شاید...." امی کے شاید نے اسے الجھا دیا۔ دل چاہا' بیٹھ کر پوری تفصیل پوچھے لیکن کس ناتے۔ پھر دل میں چور تھا اس سے بھی خائف تھی۔

اس رات وہ اپنے آپ سے شاکی ہو رہی تھی۔

"میں ایسی کیوں ہوں۔ سدرہ' عفت وغیرہ کتنے آرام سے ہر بات کہہ جاتی ہیں۔ میں کیوں ڈرتی ہوں۔ مجھے یہ خوف کیوں ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھ لے' وہ نہ سمجھ لے۔ کسی کے کچھ سمجھ لینے سے کیا ہو گا۔ کیا فرق پڑے گا مجھے۔"

اور اس کے بعد وہ یہ نہیں سوچ سکتی تھی کہ اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ وہ بزدل تھی' ڈرتی تھی خصوصاً" دل کے معاملے میں کہ کہیں دل کی لگی رسوا نہ کر دے اور ازعان نے تو کسر نہیں چھوڑی تھی۔

"اچھا ہوا میں نے کسی کو ہم راز نہیں بنایا ورنہ کتنی ہرٹ ہوتی میں۔ اور وہ ازعان کا بچہ اللہ کرے اسے شادی راس ہی نہ آئے۔ اس کی بیوی کبھی اس سے محبت نہ کرے۔" وہ اسے کوستے کوستے اچانک رو پڑی۔

"اف! یہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔ کتنی بری ہوں میں' اللہ کرے وہ بہت خوش رہے۔" اس کے

آنسوؤں میں شدت آگئی تھی۔

☼ ☼ ☼

بڑی امی وغیرہ پاک پتن کی شادی سے واپس آئے تو بی بی جان نے مریم اور عفت کی ایک ساتھ شادی کا اعلان کر دیا اور چند دنوں میں ہی وہ دونوں لڑکیاں رخصت ہو گئیں۔ عفت تو خیر ابھی یہیں تھی۔ کیونکہ آصف کی اسلام آباد میں نئی جاب تھی اور وہ رہائش کا انتظام کرنے کے بعد ہی عفت کو لے جا سکتا تھا۔ بہرحال جن دنوں گھر میں شادی کے ہنگامے تھے اسی دوران اس کا رزلٹ آگیا تھا اور اب اس نے کالج جانا شروع کر دیا۔ جبکہ سدرہ نے یونیورسٹی جوائن کر لی تھی۔

پھر وہی پرانی مخصوص روٹین شروع ہو گئی۔ صبح کالج، دوپہر میں کچھ دیر آرام شام میں کچھ گھرداری پھر پڑھائی اور اس کی طبیعت میں کافی ٹھہراؤ بھی آگیا تھا۔ گو کہ مریم اور عفت کے جانے سے وہ بہت اکیلی ہو گئی تھی کیونکہ وہی دونوں زبردستی اسے اپنی محفل میں گھسیٹتی تھیں۔ سدرہ نے پتا نہیں کیوں اس سے دشمنی باندھ رکھی تھی۔ کبھی موڈ میں ہوتی تو بات کر لیتی ورنہ زیادہ تر اجنبی بنی رہتی تھی۔ اسے بہرحال سدرہ سے کوئی شکایت نہیں تھی البتہ اس کے رویے پر کڑھتی ضرور تھی۔ اس وقت وہ اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ وہ دروازے میں آکر بولی۔

"سنو، فرزانہ کا فون ہے۔"

"فرزانہ۔" وہ بے دھیانی میں اسے دیکھنے لگی۔

"کمال ہے۔ کالج میں سارا وقت تو اس کے ساتھ چپکی رہتی ہو۔" سدرہ کہہ کر واپس پلٹ گئی۔

"توبہ کتنی جلدی آؤٹ ہو جاتی ہے۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے اٹھ کر لابی میں آگئی اور ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا تو دوسری طرف سے مردانہ آواز ابھری تھی۔

"کیسی ہو رابعہ؟"

"کون۔۔۔؟" وہ فوراً نہیں پہچان پائی اور کچھ گھبرا بھی گئی تھی۔

"کیا واقعی نہیں پہچانا نہیں یا پہچاننا نہیں چاہتیں۔" ازعان کے شاکی لہجے پر وہ یکدم سنبھل گئی۔

"سوری۔ میں واقعی نہیں پہچانی تھی۔ کیونکہ سدرہ نے بتایا۔ فرزانہ کا فون ہے۔"

"ہاں۔ میں نے فرزانہ ہی سے فون کروایا تھا۔" ازعان نے کہا تو وہ فوراً بولی۔

"اس کی کیا ضرورت تھی۔ تم خود بھی کر سکتے ہو کوئی پابندی تو نہیں ہے۔"

"اچھا!" وہ حیران ہوا۔ "لیکن اس روز تو تم ناراض ہو رہی تھیں کہ میں نے تمہاری کزنز سے۔۔۔"

"چھوڑو اس بات کو۔ یہ بتاؤ ابھی کیوں فون کیا ہے۔" اس نے روکھے پن سے ٹوک کر پوچھا۔

"تم بہت یاد آرہی تھیں۔" ازعان کا لہجہ بدلا ہوا تھا۔ اس کا دل زور سے دھڑک کر یوں خاموش ہو گیا جیسے اب کبھی نہیں دھڑکے گا۔ ہونٹوں پر بھی چپ کی مہر لگ گئی تھی۔

"ہیلو رابعہ!" قدرے رک کر اس نے پکارا اس کی خاموشی نہیں ٹوٹی۔

"کیا تم رو رہی ہو؟" وہ جانے کس آس میں گھر کر پوچھ رہا تھا۔ وہ یکدم سلگ گئی۔

"کیوں میں کیوں روؤں گی؟"

"پھر کیا ناراض ہو؟"

"نہیں۔"

"تو کوئی بات کرو، اچھا یہ بتاؤ۔ تم شادی میں کیوں نہیں آئیں۔ میں نے تمہارا بہت انتظار کیا۔ بلکہ مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گی۔" وہ پھر نارمل بات کرنے لگا۔

"حیرت ہے۔" اسے واقعی اس کے یقین پر حیرت ہوئی تھی۔ برملا اظہار کر کے فون بند کر دیا۔ اس کے بعد کتنی دیر تک پریشان پھرتی رہی کہ وہ آخر کیا چاہتا ہے۔ اگر اس کا مقصد محض اسے ڈسٹرب کرنا ہے تو بھی کیوں؟

اور پتا نہیں اس کا کیا مقصد تھا۔ اکثر فون کر کے اس کا سکون درہم برہم کر دیتا۔ جب ہی وہ اسے بھولنے کی کوشش میں کامیاب نہیں ہو پا رہی تھی۔ اور اس کی بارہا اگر ہجر و فراق کا دکھ ہوتا تب تو شاید وہ اسے سینے سے لگا رکھتی لیکن یہاں تو وہ ہرٹ ہوئی تھی اور ہمیشہ یہی خیال آتا کہ وہ اس کا تماشا دیکھنا چاہتا ہے۔ جس سے اس کا تنفر عروج پر پہنچ جاتا تھا۔ اسے بے نقط سناتی نفرت کا اظہار کرتی اور پھر اگلا فون آنے تک بے کل رہتی تھی۔

ان ہی دنوں اسلام آباد سے عفت کا فون آیا۔ وہ اسے اور سدرہ کو اپنے پاس آنے پر اصرار کرنے لگی۔ پہلے اس نے بی بی جان کو فون کیا تھا۔ انہوں نے آرام سے اجازت دے دی۔ لیکن سدرہ نے یہ کہہ کر جانے سے منع کر دیا کہ وہ اپنی کلاسز مس نہیں کر سکتی اور یہ مسئلہ تو اس کے ساتھ بھی تھا لیکن ان دنوں جیسے وہ خود سے بھی فرار چاہ رہی تھی اس لیے فوراً تیار ہو گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

عفت کے پاس آکر وہ کافی حد تک بہل گئی۔ ان دنوں اسلام آباد کا موسم بھی بے حد خوشگوار تھا۔ آصف بھائی آفس سے آتے تو روزانہ ہی کہیں نہ کہیں گھومنے کا پروگرام بنا لیتے۔ وہ اور عفت دونوں ہی اس کی عادت سے واقف تھے کہ وہ حد درجہ مروت کی ماری خود سے کوئی فرمائش نہیں کرے گی، حالانکہ آصف بھائی کوئی غیر نہیں اس کے تایا زاد تھے۔ ابھی اس کا واپس جانے کو دل بھی نہیں چاہ رہا تھا لیکن مجبوری تھی۔ کالج سے اتنے ہی دن کی چھٹی ملی تھی۔ اس رات اس نے عفت سے واپسی کی بات کی تو وہ حیرت سے بولی۔

"کیوں اتنی جلدی بور ہو گئیں؟"

"ہائے نہیں عفت! سچ میں نے بہت انجوائے کیا ہے۔" وہ عفت کے گلے میں بانہیں ڈال کر بولی۔

"پھر کیوں جانا چاہتی ہو؟"

"کالج بھی تو جانا ہے۔ مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ میں ابھی کیوں آگئی۔ چھٹیوں میں آتی تو بہت سارے دن یہاں رہتی۔ سدرہ شاید اسی لیے نہیں آئی۔" اس نے کہا۔

"سدرہ سے تو میں پوچھ لوں گی۔ تم بہرحال ابھی جانے کی بات مت کرو۔" عفت نے اس کے عذر کو کوئی اہمیت نہیں دی۔

"جانا تو ہے ناں۔ دو چار دن اور رہ لوں پھر بھی جاؤں گی اس لیے بہتر یہی ہے کہ ابھی چلی جاؤں۔" اس نے ہر حال میں اپنی واپسی جتائی تو عفت کہنے لگی۔

"ہاں تو دو چار دن بعد چلی جانا۔ اصل میں آصف کو آفیشل کام سے ساہیوال جانا ہے۔ وہ وہاں سے ہو کر آجائیں پھر تم چلی جانا۔"

"ساہیوال کب جانا ہے آصف بھائی کو؟" اس نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"شاید کل، سنو ابھی پوچھتی ہوں ان سے۔" عفت جانے لگی تو وہ اسے پکار کر بولی۔

"سنو، ہم بھی چلتے ہیں ناں۔ مجھے بائے روڈ سفر بہت اچھا لگتا ہے۔"

"لیکن آصف تو آفیشل کام سے۔ اچھا میں کہہ دیکھتی ہوں ان سے۔"

"میرا نام مت لینا۔"

"تمہارا ہی نام لوں گی۔" عفت ہنستی ہوئی چلی گئی۔ اور اس کا ذہن ساہیوال سے آگے پاک پتن کی گلیوں میں بھٹکنے لگا، کچھ دیر بعد عفت نے آکر جب یہ بتایا کہ وہ دونوں بھی چلیں گی تو بجائے خوش ہونے کے اس کا دل ڈوبنے لگا تھا۔

پھر اگلے دن تمام سفر میں وہ یہی سوچتی رہی کہ وہ کیوں جا رہی ہے۔ جو شخص اس کی زندگی سے نکل گیا۔ وہ اس کے پیچھے کیوں بھاگ رہی ہے۔

"میں اس کے پیچھے نہیں بھاگ رہی۔ میں اسے بتانا چاہتی ہوں کہ میں نے اس کے مذاق کو مذاق ہی سمجھا تھا۔ میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ یوں بھی میں اس کے پاس تو نہیں جا رہی۔ ہم تو ساہیوال جا رہے ہیں۔" وہ اپنے اندر کی آوازوں سے گھبرا کر خود کو مطمئن بھی کرتی رہی تھی۔

ساہیوال میں آصف بھائی نے ان دونوں کو ایک ریسٹ ہاؤس میں چھوڑا اور خود اپنے کام سے چلے گئے۔

"توبہ مجھے اگر پتا ہوتا کہ اتنا لمبا سفر ہوگا تو میں کبھی نہ آتی۔" عفت نے پیروں کو سینڈلز کی قید سے آزاد کرتے ہوئے کہا پھر لمبی لیٹ گئی۔

"سفر بے شک لمبا تھا لیکن بورنگ نہیں تھا۔" اس نے کہتے ہوئے کھڑکی سے پردے کھینچے تو لان میں رنگ برنگے پھولوں کی بہتات پر بہار کا جوبن دیکھ کر وہ بے طرح خوش ہوگئی۔

"عفی! یہاں آؤ، دیکھو کتنا خوب صورت منظر ہے۔"

"بس بھئی، بہت دیکھ لیے خوب صورت منظر۔ اب آرام کرنے دو۔" عفت نے اکتا کر کروٹ بدل لی۔

"اوفو کیا ہوگیا ہے تمہیں۔ چلو اٹھو وہاں لان میں چلتے ہیں۔ ایمان سے اتنا اچھا لگ رہا ہے۔"

"ہمارے دادا کا لان نہیں ہے جو ہم یوں آزادانہ گھومتے پھریں۔ چلو آکر لیٹو۔" عفت نے باقاعدہ اسے ڈانٹا تو وہ منہ پھلائے دوسرے بیڈ پر جا لیٹی اور آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔ عفت اس کے بچوں کی طرح روٹھنے پر دل ہی دل میں ہنسی پھر اس کی طرف سے کروٹ بدل لی اور کچھ دیر میں سو بھی گئی۔ وہ جیسے اسی انتظار میں تھی۔ بہت احتیاط سے اٹھی، پہلے عفت کے سو جانے کا یقین کیا پھر اسی احتیاط سے کمرے سے نکل کر لان میں آگئی۔

وسط مارچ کی رخصت ہوتی دھوپ اپنے پیچھے خوشگوار سی ٹھنڈک چھوڑے جا رہی تھی۔ اس نے سست قدموں سے کیاری کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے پورے لان کا چکر لگا ڈالا پھر بڑا سا سرخ گلاب دیکھ کر وہیں رک گئی اور بڑے اشتیاق سے اسے چھو کر دیکھنے لگی تب ہی چوکیدار تیز قدموں سے اس کے پاس آکر بولا۔

"بی بی صیب پھول چاہئیں؟"

"نن.... نہیں۔ میں تو بس یونہی دیکھ رہی تھی۔" وہ سنبھل کر کھڑی ہوگئی۔

"اور کوئی چائے شائے.... صاحب کہہ گئے تھے کسی چیز کی ضرورت ہو تو؟"

"ابھی نہیں.... صاحب آجائیں پھر وہی بتائیں گے۔" اس نے کہہ کر قدم آگے بڑھا دیے پھر اچانک کسی خیال سے پلٹ کر پوچھنے لگی۔

"سنو، یہاں سے پاک پتن کتنی دور ہے؟"

"زیادہ دور نہیں ہے۔ آپ تو گاڑی پر ہو۔ ایک گھنٹے میں پہنچ جاؤ گی، بابا صاحب کے پاس جانا ہے؟" چوکیدار نے جواب کے ساتھ پوچھا تو اس نے یونہی اثبات میں سر ہلا دیا پھر تیز قدموں سے اندر آگئی۔ عفت ابھی تک سو رہی تھی۔ وہ شکر کرتی دوسرے بیڈ پر لیٹ گئی۔ لیکن اسے نیند نہیں آئی۔ اس کا ذہن تو پاک پتن کی گلیوں میں بھٹکنے لگا تھا۔

پھر شام ڈھلے آصف بھائی آئے تو بہت تھک چکے تھے۔ اس لیے اس رات وہیں قیام کیا اور اگلی صبح ناشتے کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے تو اس کا دل بری طرح مچلنے لگا بلکہ دہائیاں دینے لگا تھا۔

"اب کہاں جانا ہے۔ مجھے تو یہیں آنا تھا۔" وہ مسلسل شیشے سے باہر دیکھ رہی تھی جیسے کسی راستے سے وہ اچانک نکل کر سامنے آن کھڑا ہوگا اور ایسا تو نہیں ہوا۔ گاڑی جھٹکے سے رکی تھی۔ وہ چونک کر عفت کو دیکھنے لگی۔

"یہ پاک پتن ہے۔" عفت نے اس کی طرف گردن موڑ کر کہا۔

"پاک پتن۔" اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"میں نے سوچا جب یہاں تک آہی گئے ہیں تو عباد چچا سے بھی مل لیں۔ بے چارے بہت خوش ہو جاتے ہیں۔" آصف نے کہتے ہوئے عفت کو اترنے کا اشارہ کیا اور وہ گم صم سی ہو کر ہرے رنگ کے دروازے کو دیکھنے لگی۔ جب عفت نے ٹوکا تب اتر کر اپنی ہی سی اس کے ساتھ ہرے دروازے سے اندر آگئی۔

"چچا جان!" آصف نے ڈیوڑھی سے ہی پکارا تو فوراً ہی اندر سے "کون ہے؟" کی آواز کے ساتھ عباد چچا باہر آگئے۔

"السلام علیکم!" آصف نے سلام کیا اور فوراً بڑھ کے گلے لگ گئے۔ اس نے عفت کا ہاتھ دبا کر اس کے کان میں سرگوشی میں پوچھا۔

"تم پہلے بھی یہاں آئی ہو....؟"

"نہیں۔ آصف آچکے ہیں۔" عفت نے اسی کے انداز میں جواب دیا۔

"آؤ بچو! آؤ اندر آؤ۔" عباد چچا نے آصف سے الگ ہو کر ان دونوں کو دیکھا۔

"یہ میری بیوی ہے چچا جان اور یہ ابراہیم چچا کی بیٹی رابعہ۔" آصف نے ان دونوں کا تعارف کرایا۔

"السلام علیکم۔ ان دونوں نے ایک ساتھ سلام کیا۔

"خوش رہو، آؤ اندر آؤ۔ عباد چچا ان کی آمد پر بہت خوش ہو رہے تھے، وہ عفت کا ہاتھ پکڑے ان کے پیچھے کمرے میں آئی تو تخت پر بیٹھی خاتون اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"آصف آیا ہے۔"

"ہاں ساتھ اس کی بیوی اور یہ ابراہیم کی بیٹی ہے۔ آگے آؤ بیٹا! چاچی سے ملو۔"

عباد چچا نے اسے اشارا کیا تو اس نے پہلے عفت کو دھکیلا پھر خود چاچی سے گلے مل کر وہیں بیٹھ گئی۔ اصل میں اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ یہاں کیسے آگئی ہے۔ اس پر خواب کی سی کیفیت طاری تھی۔

عباد چچا، آصف سے اور چاچی عفت سے سب کا حال احوال پوچھ رہی تھیں پھر چاچی کو چائے پانی کا خیال آیا تو اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"تم شہری لوگ تو چائے پیتے ہوگے۔"

"ہاں لیکن ابھی چائے وائے کچھ نہیں کیونکہ ہم لوگ ابھی ناشتا کر کے آرہے ہیں۔" عفت نے چاچی کا ہاتھ پکڑ کر انہیں دوبارہ بٹھانا چاہا لیکن وہ پیار سے اس کا گال تھپک کر چلی گئیں۔

"تم کیوں ایسے گم صم بیٹھی ہو؟" عفت نے اسے کہنی ماری تو اس کے سینے سے آپ ہی آپ گہری سانس خارج ہوگئی پھر سنبھل کر پوچھنے لگی۔

"کب تک یہاں رکیں گے؟" عفت نے کندھے اچکا کر آصف کی طرف اشارا کیا تب ہی آصف اٹھتے ہوئے عفت کو دیکھ کر بولے۔

"میں آتا ہوں ذرا چچا جان کی زمین دیکھ آؤں۔"

"ہاں بیٹا! تم لوگ آرام کرو۔ تمہارا اپنا گھر ہے اور میں تو کہتا ہوں، کچھ دن یہاں رہو کیوں آصف؟" عباد چچا نے ان دونوں سے کہتے ہوئے آخر میں آصف سے آمادگی چاہی۔

"پھر آئیں گے چچا جان! ابھی تو میں آفس کے کام سے آیا ہوں۔ پھر ان شاء اللہ عفت کو لے کر آؤں گا تو دو چار دن رہیں گے۔" آصف نے سہولت سے آئندہ پر ٹالا پھر جیسے ہی ان کے ساتھ باہر نکلے، عفت چارپائی پر لیٹ گئی۔

"توبہ کتنا سوؤ گی؟" اس نے ٹوکا تو عفت حیرت آمیز ہنسی کے ساتھ بولی۔

"یہ تم کہہ رہی ہو؟ اپنا سونا بھول گئیں۔" وہ ان سنی کر کے اٹھ کھڑی ہوئی اور دروازے میں آکر باہر کا جائزہ لینے لگی۔ کمرے کے آگے برآمدہ تھا اور آگے وسیع صحن جس کے ایک کونے میں ہینڈ پمپ لگا تھا اور دیوار کے ساتھ کیاری میں رنگ برنگے پھول لہلہا رہے تھے۔

"یہ چاچی کہاں رہ گئیں؟" عفت نے کہا تو وہ پلٹ کر اس کے پاس آبیٹھی۔

"سنو گھر میں اور کوئی نہیں ہے کیا؟"

"مجھے کیا پتا، چاچی سے پوچھو جا کر۔" عفت نے کہا تب ہی چاچی چائے لے کر آگئیں تو اس نے فوراً اٹھ کر ان کے ہاتھوں سے ٹرے لے لی۔

"خوامخواہ تکلیف کی چاچی جی! چچا جان اور آصف بھائی تو باہر نکل گئے ہیں۔"

"ابھی آجائیں گے۔ تم دونوں تو پیو۔"

چاچی جی ذرا دیر بیٹھیں پھر اٹھ کر چلی گئیں۔ عفت چائے پی کر پھر لیٹ گئی۔ اس بار وہ کچھ نہیں بولی۔ ٹرے اٹھا کر کمرے سے نکل آئی۔ برآمدے کے

دائیں سرے سے برتنوں کی آواز آرہی تھی۔ وہ اسی طرف آگئی۔ ادھر واقعی کچن تھا۔

"ارے یہ تم کیوں لے آئیں۔" چاچی جی نے اس کے ہاتھوں میں ٹرے دیکھ کر کہا۔

"تو کیا ہوا چاچی جی! میں کوئی مہمان تھوڑی ہوں۔" اس نے ٹرے چبوترے پر رکھ دی۔ پھر پوچھنے لگی۔ "اب آپ کیا کررہی ہیں؟"

"کھانا پکاؤں گی۔ تمہارے چچا کہہ گئے ہیں بچوں کے لیے اچھا سا کھانا پکاؤ۔" چاچی جی بتاتے ہوئے تسلے میں چاول نکالنے لگیں۔ وہ منع کرنا چاہتی تھی لیکن پھر اس خیال سے رک گئی کہ پتا نہیں آصف بھائی کا کیا پروگرام ہے۔

"تم اندر جا کر بیٹھو۔" چاچی جی نے اسے کھڑے دیکھ کر کہا۔

"نہیں چاچی جی! اچھا نہیں لگتا۔ ہم بیٹھیں اور آپ کھانا پکائیں۔ آپ ہٹیں۔ میں پکا دیتی ہوں۔" اس کی پیشکش پر چاچی جی ہنس کر بولیں۔

"تم پکاؤ گی نا بیٹا! پہلی بار آئی ہو۔"

"تو کیا ہوا۔" وہ زبردستی ان کے ساتھ لگ گئی۔ چاول چن کر دھوئے پھر آٹا گوندھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"گھر میں بس آپ اور چچا جان رہتے ہیں؟"

"نہیں بہو بھی ہے۔ پر کسی کام کی نہیں۔ ہر وقت پڑی سوئی رہتی ہے۔ آئے گئے کی تو چھوڑو گھر بار کی بھی کوئی فکر نہیں۔ دیکھ نہیں رہیں کیسا گند پھیلا ہے۔ جب فرزانہ تھی تو یہی گھر شیشے کی طرح چمکتا تھا۔ بہو مجال ہے جو سامنے رکھی چیز اٹھا کر جگہ پر رکھ دے۔"

چاچی جی جلے دل سے بہو کے بارے میں بتا رہی تھیں اور وہ حیرت زدہ سی ایک ٹک انہیں دیکھے جا رہی تھی۔

"حالانکہ اس کی ماں تو بہت اچھی اور سگھڑ عورت ہے۔ پتا نہیں اسے کیوں نہیں کچھ سکھایا اور میری مت ماری گئی جو اس کی ماں کو دیکھ کر یہی سمجھتی رہی کہ بیٹی بھی ایسی ہی ہوگی۔" چاچی جی مٹی کی ہانڈی میں چمچ چلاتے ہوئے بھی بولے جا رہی تھیں۔

"آپ ٹوکتی نہیں ہیں انہیں' میرا مطلب ہے ان سے کہا کریں کہ وہ کھانا پکائیں۔" اس کی بات پر چاچی جی استہزائیہ ہنس کر بولیں۔

"منع تھوڑی کرتی ہے کسی کام کو اور کب کرے گی یہ بھی کچھ پتا نہیں ہوتا۔"

"ابھی کہاں' میکے گئی ہوئی ہیں؟" اس کے اندر تجسس سر ابھارنے لگا۔

"نہیں' اپنے کمرے میں ہے۔ میں نے بتایا بھی اسے کہ کراچی سے مہمان آئے ہیں پھر بھی نہیں نکلی۔"

"میں چلی جاؤں ان کے پاس!" اس نے آٹے کا تسلا ڈھکتے ہوئے پوچھا۔

"لو یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ جاؤ مل آؤ برآمدے میں آخری کمرہ اس کا ہے۔"

چاچی جی کی اجازت ملتے ہی وہ اٹھ کر باہر آگئی۔ سب کمرے لائن سے بنے ہوئے تھے۔ وہ آخری کمرے تک آکر رک گئی۔ دروازہ بند تھا۔ اس نے پہلے کان لگا کر کچھ سننے کی کوشش کی پھر دستک دے ڈالی۔

"کون ہے آجاؤ......!" خاصی بے زاری آواز آئی تھی۔ وہ آہستگی سے دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوتے ہی رک گئی۔ کمرے میں عجیب سی بساند تھی۔ اسے سانس لینا دوبھر ہو گیا۔

"کون ہو تم؟" اس آواز پر اس نے چونک کر دیکھا۔ وہ دلکش خدوخال کی خوب صورت لڑکی تھی۔

"جی میں۔ میرا نام رابعہ ہے۔ کراچی سے بلکہ ابھی تو اسلام آباد سے آئی ہوں۔" اس نے بتایا تو وہ نخوت سے بولی۔

"اچھا ہاں۔ ابھی اماں بتا تو رہی تھیں کہ کوئی مہمان آئے ہیں۔ آؤ بیٹھو۔"

"شکریہ۔" وہ اسی بیڈ پر جہاں وہ لیٹی تھی اس کے کنارے ٹک گئی اور دزدیدہ نظروں سے کمرے کا جائزہ لینے لگی۔ خاصا کشادہ کمرہ تھا لیکن کہیں کوئی ترتیب نہیں تھی۔

"کس کے ساتھ آئی ہو؟" اس کے پوچھنے پر وہ ذرا اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"بہن اور بہنوئی کے ساتھ۔ دونوں میرے کزن ہیں۔"

"کزن کے ساتھ تمہارے اماں ابا نے بھیج دیا۔" اس نے حیرت کا اظہار کیا۔

"ہم سب ساتھ رہتے ہیں ایک ہی گھر میں۔"

"پھر تو بڑی لڑائیاں ہوتی ہوں گی؟"

"جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ جزبز ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور اس پر جتا کر بولی تھی۔ "میں چاچی جی کو دیکھوں' بے چاری اکیلی کھانا پکانے میں لگی ہیں۔"

"کیا پکا رہی ہیں؟" اس نے بجائے شرمندہ ہونے کے ڈھٹائی سے پوچھا۔

وہ جل کر رہ گئی اور "پتا نہیں" کہہ کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھنے لگی تھی کہ راستے میں رکھی چوڑے منہ کی بوتل اس کے پیر کی ٹھوکر سے الٹ گئی۔ پتا نہیں اس میں کیا تھا۔ شاید کسی چیز کا مربہ جس کے شیرے سے اس کا پیر لتھڑ گیا تھا۔

"ہائے یہ کیا کیا۔ میری اماں نے اتنی محنت سے بنایا تھا۔"

"صرف محنت ہی نہیں محبت بھی چھلک رہی ہے۔"

وہ کسی طرح دانت پیسنے سے باز نہیں رہ سکی پھر تیزی سے وہاں سے نکل کر سیدھی ہینڈ پمپ پر آگئی۔ اچھی طرح پیر دھوئے' دو چار چھپاکے منہ پر مارے پھر تار پر لٹکا تولیہ کھینچا تھا کہ اسی پل بیرونی دروازہ دھکیل کر ازہان اندر آگیا۔ اپنے ہی کسی خیال میں مست چند قدم برآمدے کی طرف بڑھا پھر جیسے اس کے ذہن میں جھماکا ہوا تھا۔ یک دم رکا اور بے اختیار اس کی طرف پلٹ کر ساکت ہو گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ انتہا درجے کی بے یقینی تھی۔ جبکہ اسے یقین تھا کہ کسی بھی وقت اس سے سامنا ہو سکتا ہے۔ اس کے باوجود سمجھ میں نہیں آیا کیا کرے' منہ موڑ کر چل دے یا مقابل کھڑی ہو کر جتائے کہ دیکھو مجھے کچھ فرق نہیں پڑا۔ اسی کشمکش میں تھی کہ وہ قریب چلا آیا۔

"تم...... سچ مچ یہ تم ہی ہو؟" وہ اپنی بے یقینی کو یقین میں بدلنے کی خاطر ہاتھ بڑھا کر اسے چھونا چاہتا تھا کہ وہ بے اختیار پیچھے ہٹ گئی۔

"اوہ میرے خدا!" اس کے حرکت کرنے پر جیسے اسے یقین مل گیا۔ دونوں بازو دائیں بائیں پھیلا کر آسمان دیکھنے لگا' اس کی آنکھوں میں تشکر اور چہرے پر اچانک ملنے والی بے پایاں خوشی کا عکس چمکنے لگا تھا۔ چند لمحے وہ اسی عالم میں کھڑا رہا پھر اسے دیکھا تو اس نے پیشانی پر بل ڈالے بولی کچھ نہیں۔

"ناراض ہو؟" اس نے پوچھا۔ وہ مزید ہونٹ بھینچ کر نظروں کا زاویہ بدل گئی۔

"سنو' لڑنا چاہتی ہو تو لڑلو۔ گالیاں بھی دے سکتی ہو لیکن پلیز میرا اعتبار کرو میں نے تمہارے ساتھ ......"

چچا جان اور آصف کے آنے سے اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ جیسے ہی ادھر متوجہ ہوا' وہ بھاگ کر اندر آگئی اور عفت کو جھنجوڑ کر بولی۔

"کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ۔ بے وقت پڑی سو رہی ہو؟ اٹھو چچا جان اور آصف بھائی آرہے ہیں۔"

"آصف آگئے۔" عفت اطمینان سے انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھی۔ "بڑی اچھی نیند آئی۔"

"اچھا بس۔ دوبارہ مت سو جانا۔ جا کر منہ ہاتھ دھوؤ میں چاچی جی کو دیکھتی ہوں۔"

"کہاں ہیں چاچی جی؟"

"کچن میں۔ بے چاری کھانا پکانے میں لگی ہیں اور بہو بیگم آرام فرما رہی ہیں۔" اس نے کہا تو عفت حیران ہوئی۔

"چاچی جی کی بہو بھی ہیں؟"

"کیوں بڑی امی وغیرہ آئی نہیں تھیں شادی میں؟" وہ عفت کی یادداشت پر جھنجلائی۔

"اچھا ہاں!" عفت نے ابھی اسی قدر کہا تھا کہ وہ کمرے سے نکل آئی۔

چاچی جی کھانا پکا چکی تھیں اور اب دوسرے کمرے

میں دسترخوان بچھا رہی تھیں۔ وہ ان کے ساتھ لگ گئی۔ برتن وغیرہ اور کھانے کی ڈشز لا کر رکھیں۔ پھر سب بیٹھ گئے تو آخر میں ازعان آیا تھا اور عین اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ وہ خود کو مشکل میں محسوس کرنے لگی۔ کھانا بھی برائے نام کھایا حالانکہ زوروں کی بھوک لگی تھی۔ چاچی جی کے علاوہ ان کی بہو بھی ایک ایک ڈش اٹھا کر اس کے آگے کر رہی تھی۔

"شکر ہے یہ تمیز تو ہے۔" اس نے بہو کو دیکھ کر سوچا۔

پھر کھانے کے بعد آصف بھائی چلنے کے لیے تیار ہو گئے تو جہاں اس نے شکر کیا وہاں ازعان بے چین ہو گیا تھا اور برآمدے کے آخری سرے پر جا کر اسے اشارہ سے بلانے لگا۔ اس نے گھبرا کر عفت کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ پھر ڈیوڑھی پر چچا جان اور آصف رک گئے۔ پتا نہیں ان کے درمیان کیا موضوع تھا۔ اس نے آہستگی سے عفت کا ہاتھ چھوڑا پھر ایک دم پلٹ کر برآمدے میں آ گئی۔ وہ ابھی بھی وہیں کھڑا تھا۔ افسردہ اور کچھ خفا خفا سا۔ اسے دیکھ کر اس کے ہونٹ کچھ کہنے کے لیے ایک دوسرے سے جدا ہوئے تھے کہ وہ فوراً" ہاتھ اٹھا کر کہنے لگی۔

"تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود جان گئی ہوں کہ دل لگی کرتے کرتے تم دل کو لگا بیٹھے ہو اور یہ دل کی لگی بڑی ظالم ہوتی ہے ازعان! چین نہیں لینے دیتی۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟" وہ کچھ حیران سا نفی میں سر ہلانے لگا۔

"ہاں۔ محبت کھیل نہیں ہوتی لیکن اب تمہیں یہ کھیل اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا پڑے گا۔ وہ جسے گھر سے دلچسپی ہے نہ گھرداری سے ہر وقت پڑی سوئی رہتی ہے۔ اسے جگاؤ' اس کی بے حسی توڑو۔ اپنے لیے نہیں تو اپنے بوڑھے ماں باپ کے لیے۔"

"یہ' یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" وہ الجھ گیا۔

"وہی جو تم نے میرے ساتھ کیا۔ محبت کے بول سوتے ہوؤں کو جگا دیتے ہیں لیکن بھاگ کسی کسی کے جاگتے ہیں۔"

اس کی آواز میں یک لخت آنسوؤں کی آمیزش شامل ہو گئی تب وہ ٹھہر نہیں سکی فوراً" پلٹ کر تیز قدموں سے باہر آ گئی' آصف اور عفت گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔

"تم کہاں رہ گئی تھیں؟" اس کے بیٹھتے ہی عفت نے پوچھا۔

"وہ بہو بیگم۔۔" وہ اسی قدر کہہ سکی۔

"مل آئیں۔۔۔؟"

"ہوں۔۔۔" اس نے انگلی سے پلکوں کے بھیگے کنارے صاف کرتے ہوئے ہرے رنگ کے دروازے کی طرف دیکھا جس کا ایک پٹ تھامے ازعان حیران کھڑا تھا۔

آصف نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ تب وہ اگلی سیٹ کی بیک پر پیشانی ٹکاتے ہوئے بولی۔

"میں سو رہی ہوں۔" اور وہ سو نہیں رہی تھی۔ رو رہی تھی' پلکوں سے قطرہ قطرہ آنسو ٹوٹ کر اس کی گود میں جمع ہو رہے تھے۔

پورے دس دن بعد وہ واپس آئی تھی۔

پھر اگلے دن سے وہی روٹین شروع ہو گئی۔ لیکن اب اس کا دل ہر کام' ہر بات سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ خود اسے لگتا تھا جیسے وہ ذہنی طور پر بھی مفلوج ہو رہی ہے۔ باقاعدہ کوئی کام کرنے کا سوچتی اور اٹھنے تک بھول چکی ہوتی کہ اسے کیا کرنا ہے اور اپنی اس کیفیت سے پریشان ہونے کے ساتھ خود کو کوستی بھی تھی کیونکہ اس کی ذمہ دار وہ خود تھی۔ نہ آصف کے ساتھ جانے کو کہتی نہ پاک پتن جانا ہوتا۔ اس نئی ملاقات نے اسے پہلے سے زیادہ بے کل کر دیا تھا۔ یونہی کتنے بہت سارے دن گزر گئے۔

اس دوپہر وہ بڑے دنوں بعد پچھلے برآمدے میں بیٹھی تھی۔ اس کا ذہن بالکل خالی تھا اور ایسی ہی خالی نظروں سے وہ چاروں اور دیکھ رہی تھی اس اجاڑ منظر میں اسے اپنا وجود بھی اس کا حصہ لگ رہا تھا۔ سرسراتی ہوا سے خشک پتے اڑتے ہوئے اس کے پیروں کو چھو رہے تھے۔ لیکن اسے احساس نہیں تھا

عقب میں دروازہ کھلنے کی آواز بھی اسے واہمہ لگی تھی لیکن دوسری آواز نے یک لخت احساسات کو چھو لیا تھا۔

"مجھے یقین تھا' تم یہیں ملو گی۔" اس نے بے اختیار پہلے گردن موڑی پھر ایک دم کھڑی ہو گئی۔

"تم۔۔۔"

"اب پلیز یہ مت کہہ دینا کہ کیوں آئے ہو۔ تمہارے لیے آیا ہوں صرف تمہارے لیے۔" وہ کہتے ہوئے قریب آ گیا تو وہ چیخ کر بولی۔

"کوئی نیا کھیل کھیلنے۔"

"محبت کھیل نہیں ہوتی۔" اس کی اطمینان بھری مسکراہٹ پر وہ بری طرح سلگ کر کچھ کہنا چاہتی تھی کہ وہ ہاتھ اٹھا کر گویا ہوا۔

"تم ہی نے تو کہا تھا کہ دل کی لگی بڑی ظالم ہوتی ہے۔ کہیں چین نہیں لینے دیتی۔ یقین کرو' ہر پل بے قرار رہا ہوں۔"

"تو میں کیا کروں؟" وہ اس کی طرف سے رخ موڑ گئی۔

"اعتراف۔ کہہ دو کہ تم یہاں بیٹھ کر مجھے سوچ رہی تھیں۔ کہہ دو کہ تمہیں یقین تھا۔ تمہارے دل کی پکار سن کر میں ضرور آؤں گا۔ اور دیکھو تمہارا یقین غلط نہیں تھا۔ میں آ گیا ہوں۔"

"سنو میں ایسا کوئی اعتراف نہیں کر رہی کیونکہ نہ تو میں تمہیں سوچ رہی تھی اور نہ ہی مجھے تمہارا انتظار تھا۔ سمجھے تم۔" وہ تختی سے کہہ کر جانے لگی کہ اس نے راستہ روک لیا۔

"سمجھ گیا لیکن مجھے تو اعتراف کر لینے دو کہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

"بس کرو ازعان! اب تمہیں یہ باتیں زیب نہیں دیتیں۔ تم نے صرف محبت ہی کو نہیں زندگی کو بھی کھیل سمجھ لیا ہے۔ لیکن اب میرے ساتھ یہ کھیل کھیلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی اور لڑکی دیکھو۔" وہ غصے سے کہتے ہوئے اسے دھکیل کر اندر چلی گئی۔ اسے اب واقعی غصہ آ رہا تھا۔ اس کی ڈھٹائی اور دیدہ دلیری پر کہ پول کھلنے کے بعد بھی وہ اپنے عمل پر شرمندہ نہیں تھا۔ کتنی دیر تلملاتی رہی پھر منہ سر لپیٹ کر سو گئی۔

شام میں سدرہ نے اسے اٹھانے کے ساتھ چائے کا کپ بھی پیش کیا تو اسے حیرت ہوئی کیونکہ سدرہ سے چائے کی توقع ہرگز نہیں رکھی جا سکتی تھی۔

"بڑے دنوں بعد آج تم پھر لمبی نیند سو گئیں۔" سدرہ نے کھڑکی سے پردے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"ہاں پتا نہیں کیسے۔۔۔" وہ نظریں چرا گئی۔

"کب سوئی تھیں؟" سدرہ نے اب اسے دیکھ کر پوچھا۔ اس کی نظروں سے چھلکتی کھوج سے وہ پریشان ہو گئی۔

"دوپہر میں' میرا مطلب ہے کھانے کے بعد۔"

"پھر تو تم پاک پتن والوں سے نہیں ملی ہو گی۔" سدرہ نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا تو اس نے قصداً "انجان بن کر سوالیہ انداز اختیار کیا۔

"پاک پتن والے؟"

"پاک پتن میں ایک ہی تو چچا رہتے ہیں اور تم ان کے گھر سے ہو بھی آئی ہو پھر انجان کیوں بن رہی ہو۔" سدرہ نے جتا کر ٹوکا تو جزبز ہو کر اس نے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔

"تم اتنا پوز کیوں کرتی ہو۔ میرا خیال ہے تم اچھی طرح جانتی ہو کہ وہ تمہارے لیے آئے ہیں۔" سدرہ کا غصہ جانے کس بات پر تھا اس کے پوز کرنے پر یا اس کے لیے آنے پر۔ وہ بہرحال اچھل پڑی۔

"میرے لیے' میرے لیے کیوں آئیں گے وہ؟"

"کیونکہ تم انہیں پسند آ گئی ہو اور وہ اپنے بیٹے ازعان کے لیے تمہیں مانگنے آئے ہیں۔" سدرہ نے اس پر نظریں جمائے ہوئے بتایا تو وہ واقعی الجھ گئی۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"کوئی انہونی بات تو نہیں ہے۔ یعنی ازعان ولید چچا کی شادی میں آیا' اس نے تمہیں دیکھا پسند کیا اور اب پرپوزل کے ساتھ آیا ہے۔ اکثر رشتے ناتے اسی طرح طے ہوتے ہیں پھر تم کیوں اتنا الجھ رہی ہو؟" سدرہ کا

انداز ایسا تھا جیسے جتا کر کہہ رہی ہو مت پوز کرو۔

"کیسے نہ الجھوں' اذعان شادی شدہ ہے۔" اس نے کہا تو اب سدرہ اچھل پڑی۔

"ہیں! یہ تم سے کس نے کہا؟"

"کسی نے نہیں۔ میرا مطلب ہے۔ میں خود سمجھ سکتی ہوں بلکہ اس کی بیوی سے مل بھی چکی ہوں۔" وہ سدرہ کے تفتیشی انداز سے تپ کر بولی تھی۔

"کہاں؟ وہیں پاک پتن میں؟" سدرہ بے یقین تھی۔

"حیرت ہے۔ وہ شادی شدہ ہے۔ تم اس کی بیوی سے مل بھی آئی ہو پھر عباد چچا اس کا رشتہ لے کر کیوں آئے ہیں۔" سدرہ سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"تمہیں یقیناً" غلط فہمی ہوئی ہے۔ عباد چچا ایسے ہی ملنے آئے ہوں گے۔" وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔ خود اپنے کانوں سے ساری باتیں سنی ہیں۔ ابھی تصدیق کرکے آئی ہوں۔"

سدرہ جانے لگی تو وہ پکار کر بولی۔

"سنو' مجھے اذعان سے شادی نہیں کرنی۔"

"یہ فیصلہ تم نہیں بی بی جان کریں گی۔"

سدرہ اسے بے بس قرار دے کر چلی گئی اور یہ غلط نہیں تھا جب ہی اس کی آنکھیں دھندلانے لگی تھیں۔ اس سے پہلے کہ سدرہ واپس آتی' وہ واش روم میں بند ہو گئی اور جان بوجھ کر نہانے میں بہت دیر لگائی تاکہ سدرہ اس کی طرف سے مایوس ہو کر کسی اور کام میں مصروف ہو جائے اور پتا نہیں سدرہ دوبارہ اس کے کمرے میں آئی بھی تھی کہ نہیں۔ وہ جب نہا کر نکلی تو سامنے اذعان موجود تھا جس پر اسے حیرت تو ہوئی لیکن ظاہر نہیں ہونے دی اور فوراً" کچھ کہنا چاہتی تھی کہ وہ اسی کے انداز میں ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا۔

"تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب مجھے کہنے دو۔ یہ صحیح ہے کہ بات مذاق میں شروع ہوئی تھی۔ یعنی جب میں ولید چچا کی شادی میں آیا تھا اور تمہاری کاہلی اور بے زاری توڑنے کے لیے میں نے جو کچھ کیا' اسے تم دل لگی کا نام دیتی ہو لیکن بخدا وہ دل لگی نہیں تھی۔ میرا مقصد تم پر تمہاری اہمیت واضح کرنا تھا۔ اس کے بعد میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ تم میرے لیے کتنی اہم ہو جاؤ گی۔" وہ سانس لینے کو رکا کہ وہ تڑخ کر بولی تھی۔

"تم غلط بیانی کر رہے ہو۔ سچ یہ ہے کہ تم نے وہاں جا کر میرا مذاق اڑایا تھا۔"

"بخدا نہیں۔ میں نے تمہارا مذاق نہیں اڑایا تھا۔ میں صرف اپنی بہن فرزانہ کو تمہارے بارے میں بتا رہا تھا اور اسی پل مجھ پر ادراک ہوا تھا کہ تم میری زندگی کی اولین تمنا بن چکی ہو جو اگر پوری نہ ہوئی تو میں زندہ نہیں رہ سکوں گا' جب ہی میں دوبارہ آیا تھا لیکن تم اپنی نانی اماں کے ہاں چلی گئیں۔ اس کے بعد فون پر بھی تم کچھ سننے کو تیار نہیں ہوئیں۔" وہ چند لمحے رک کر پھر گویا ہوا۔

"مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے فرزانہ کو اپنا احوال نہیں سنایا تھا ورنہ تم تک ادھوری بات نہ پہنچتی۔ اب بتاؤ کیا کہتی ہو؟"

"مجھے کچھ نہیں کہنا۔" وہ بے نیازی سے کہہ کر گیلے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔

"جب کچھ کہنا نہیں تھا تو پاک پتن کیوں آئی تھیں؟" اس نے مسکرا کر جتایا پھر ایک دم خیال آنے پر ہنستے ہوئے کہنے لگا' "سنو جسے تم میری بیوی سمجھ رہی ہو' وہ میری بھاوج ہیں۔ ارسلان بھائی کی بیگم۔"

"تو میں کیا کروں؟" وہ کسی طرح سابقہ انداز برقرار نہیں رکھ سکی۔ دل اچانک بغاوت پر آمادہ ہو گیا تھا۔

"میں بھی کچھ نہیں کر سکتا۔" وہ فوراً" گویا ہوا۔

"میرا مطلب ہے بھاوج اگر سوتی رہتی ہے تو سویا کرے وہ اگر آدم بیزار ہے تو ہوا کرے۔ مجھے کیا' میں نے ہر ایک کو جگانے کا ٹھیکہ تھوڑی لے رکھا ہے۔ میری طرف سے ساری دنیا سوتی رہے بلکہ اچھا ہے' ساری دنیا سو جائے بس ایک میں اور تم۔۔۔ تم اور میں۔۔۔"

وہ اسے خفگی سے گھورنا چاہتی تھی لیکن یہ کہاں ممکن تھا' دل جو اس لے پر دھڑکنے لگا تھا۔

"بس ایک میں اور تم۔۔۔ تم اور میں۔۔۔"

☆